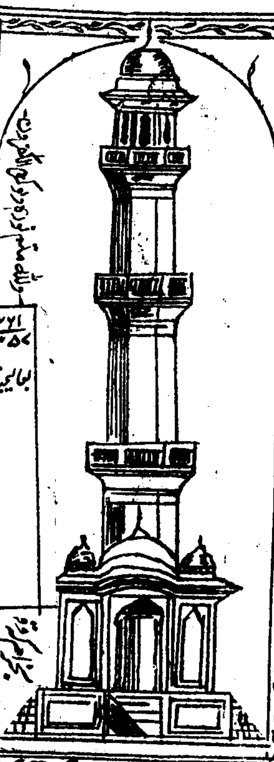


اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ

(انہ اوی القریہ)

الحکم

چو بیم باتو گر آئی چہا در قادیاں بینی ✦ دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

(۱) عوام سے ۵؎ (۲) خواص و معاونین سے عـہ (۳) ہندوستان سے باہر سے (۴) غیر مذاہب والوں سے ۱۲؎ (۵) اپنی جماعت کے غیر مستطیع دس روپے سے کم آمدنی والے لوگوں سے عہ ۱۲

نمبر ۲ | قادیان دار الامان مورخہ ۱۷ جون ۱۹۰۶ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۴ھ | جلد ۱۰

فہرست مضامین

تازہ الہامات و رؤیاء

۱۱ جون ۱۹۰۶ء - ۱- رؤیاء - دیکھا کہ پندرہ سولہ نوجوان عورتیں خوبصورت اور نہایت خوشنما لباس پہنے ہوئے میرے سامنے آئی ہیں میں نے اس خیال سے کہ یہ جوان عورتیں ہیں منہ اُن سے پھیر لیا اور اُن سے پوچھا کہ تم کیسے آئی ہو انہوں نے کہا کہ ہم تو آپ کے پاس ہی آئی ہیں پھر انہوں نے وہیں ہمارے دالان میں ڈیرے لگا دیئے۔

فرمایا - رؤیا میں عورت سے مراد اقبال اور فتحمندی اور تائید الٰہی ہوتی ہے - اس رؤیا میں یہ بھی معلوم ہوا کہ انہیں عورتوں میں وہ بھی ایک عورت تھی جو پہلے کبھی آئی تھی - فرمایا اسمیں اشارہ ایک پرانے رؤیا کیطرف تھا جو حضرت والد صاحب کی وفات کے چند یوم بعد میں نے دیکھا کہ میں ایک پیڑھی پر بیٹھا ہوں تو ایک عورت نوجوان عمدہ لباس پہنے ہوئے تیس بتیس سال کی میرے سامنے آئی اور اس نے کہا کہ میرا ارادہ اب اس گھر سے چلی جانی کا تھا - مگر تمہارے لئے رہ گئی ہوں۔

۲ - ایک زلزلہ کا نظارہ دکھائی دیا اور ساتھ ہی اس کے الہام ہوا -

لمن الملک الیوم - لِلّٰہِ الواحد القہار

ترجمہ - آج ملک کس کا ہے - اللہ تعالےٰ واحد قہار کا -

۳ - مقبولوں میں قبولیت کے نمونے اور علامتیں ہوتی ہیں اور ان کی تعظیم ملوک اور ذی الجبروت کرتے ہیں اور اُن پر کوئی غالب نہیں ہوسکتا - اور سلامتی کے شہزادے کہلاتے ہیں - فرشتوں کی کھنچی ہوئی تلوار تیرے آگے ہے - انا اخذناک بعذاب الیم پر تو نے وقت کو نہ پہچانا نہ دیکھا نہ جانا -

۱۴ جون ۱۹۰۶ء - اذا قیل لھم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون -

۱۶ جون ۱۹۰۶ء - زلزلہ آنے کو ہے -

جنازہ غائب پڑھا جاوے

منشی نور الدین صاحب کلرک ڈاکخانہ امرتسر کی ہمشیرہ اور لڑکی کا -

کون سبقت کریگا

مولوی احمد نور صاحب کابلی مہاجر کا نام احمدی جماعت میں خوب روشن ہے مہاجر صاحب موصوف حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخلص اور جان نثار خدام میں سے ہیں اور صاحبزادہ عبد اللطیف مرحوم کے خاص احباب میں سے - یہہ قابل قدر مہاجر نکاح کرنا چاہتا ہے نوجوان ہے عمر تیس سال کے اندر خوبصورت - محنتی - جفاکش متقی دیندار عالم آدمی ہے اور تجارت کرکے معقول آمدنی رکھتا ہے قوم کا سید ہے - غرض ہر طرح سے لائق ہے - ایسا موقع کم ملتا ہے - درخواستیں ایڈیٹر الحکم کے نام آئیں -

اطلاع

(۱) کتابوں کی رعایتی قیمت کے اعلان کے متعلق یاد رہے کہ ۱۷ جون ۱۹۰۶ء کے بعد تفسیر القرآن پوری قیمت ...؎ - اور سلک مروارید ۸؍ روپے ملے گی - ازالہ اوہام کی صرف دوسری جلد باقی ہے -

۲ - سال کا نصف حصہ گذر گیا ہے بقایا داران کے نام وی پی جاری ہو رہے ہیں وہ لوگ مطبع کو نقصان پہونچاتے ہیں جو وی پی واپس کرتے ہیں - **یعقوب علی** ایڈیٹر الحکم

زلزلہ

جناب شیخ صاحب - سلام علیکم - آج صبح الحکم مورخہ ۱۰ جون ۱۹۰۶ء کا پرچہ ملا دوسرے صفحہ پر یہ شعر لکھا پایا - **نظم مکذب**

ہے غلط آنے نہیں زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیسا کہاں کے کوچ کر جانیکے دن

آج ہی مورخہ ۱۴ جون ۰۶ء کی راتکو سوا گیارہ اور ساڑھے گیارہ بجے کے درمیان یہاں منصوری پر سخت زلزلہ آیا اوسوقت حضور علیہ السلام کے الہام یاد آتے تھے - یہ زلزلہ گو جلد ختم ہوگیا مگر ۴ اپریل ۰۵ء سے کم نہ تھا - مکانوں کی عجب حالت تھی - آپکو اسلئے اطلاع دیا کرتا ہوں کہ آپ دار الامان میں رہتے ہیں ہمارے لئے دعا کیا کریں اور حضور مسیح علیہ السلام کی خدمت میں ہماری طرف سے دعا کیلئے عرض کر دیا کریں اور احمدی جماعت منصوری کیطرف سے سلام علیکم بھی عرض کر دیں - مشکور ہوں گا - از کوہ منصوری شاتو ہوس سردار خان احمدی

۲ - مکرمی مخدومی جناب ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ ۱۴ جون ۱۹۰۶ء کو یہاں پر بہت زلزلہ محسوس ہوا یہاں تک کہ سارے شہر میں ایک تہلکہ مچ گیا - اس علاقہ میں جالندھر - کریام - گڈہ بنگہ میں معلوم ہوا ہے - اور زلزلہ ٹھیک ۱۱ بجے رات کو آیا - پورے طور پر ہم نے تحقیق کیا ہے سب لوگ بالاتفاق یہی گواہی دیتے ہیں کہ زلزلہ آیا - اور سخت آیا - اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو ہدایت دے - آمین - خاکسار ... بقلم برکت علی خان محرر دفتر ...

رپورٹ جلسہ جماعت احمدیہ ضلع گجرات

[illegible] والسلام۔ کے رسالہ الوصیت کو پڑھ کر یہ تجویز کی کہ تھوڑی دو مہینے کے لئے ایک [illegible] مقام پر جماعت احمدیہ کا جلسہ منعقد کیا جائے۔ جہاں قرب وجوار کے احباب واصحاب جمع ہو کر اپنی اپنی تجاویز بہبودی کی تدابیر سوچیں اور اپنے میں جو جو نقص پائیں ان کو محسوس کر کے دور کرنے کی کوشش کریں اور آپس میں برادرانہ تعلقات [illegible] رشتہ اخوت کو مستحکم کریں کہ آخر میں [illegible] بالخصوص میرا [illegible] یہ کہ اشاعت اسلام وغیر مذاہب کی خاطر چندہ باقاعدہ تنظیم کیا جائے۔ اور دین کے متعلق پر زور تحریک کی جائے۔

پچھلے دنوں مقام جیلان میں ایک مختصر سا جلسہ ہوا مگر بوجہ نہ ہونے کسی انتظام و مہتمم کے ابتدائی حالت میں رہا۔ اب خدا تعالے کے فضل و کرم سے دوسرا جلسہ موضع اسل تحصیل پھالیہ میں [illegible] مرحوم ڈاکٹر رحمت علی صاحب کے بھائی پیر [illegible] کی سعی جمیلہ سے ہوا۔ چونکہ یہ مقام حضرت [illegible] علیہ الرحمۃ کے مزار کی وجہ سے یوں [illegible] ایک بت کدہ ہے۔ (بت کدہ میں نے اسلئے کہا کہ بچشم خود بیسیوں آدمیوں کو صعف بستہ گوہر شاہ کی قبر پیامت مرحوم کے ناخلفوں کو سجدہ کرتے دیکھا اللہ [illegible] رسول الثقلین کی امت اور یہ کرتوت؟ بخدا جگر پھٹ گیا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جب یہ شرک آمیز دل شکن نظارہ دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ابھی کوئی زلزلہ آتا ہے اور اس مقام کو جعلنا عالیھا سافلھا کا مصداق بناتا ہے۔ جو لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ ہمیں امام کی کیا ضرورت لوگ بدستور قرون اولی کی مانند متقی نیکوکار ہیں وہ اس سین کو دیکھیں اور آہ حسرت بھریں) اسلئے خدا تعالے کی توحید وعظمت وجلال کا بالخصوص ذکر کرنے کے لئے ضروری یہ جلسہ یہیں ہونا چاہئے تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پیر امام الدین صاحب نے تمام قرب وجوار میں دورہ کر کے اپنے بھائیوں سے شمولیت کے لئے دستخط کرائے اور دوبارہ سہ بارہ یاددہانیاں کیں۔ گو تاریخ مقررہ پر اکثر صاحبان نے اوفوا بالعھد ان العھد کان مسئولا کی تعمیل کر کے نہ دکھائی۔ مگر تاہم کافی بلکہ کافی سے بڑھ کر رونق ہوگئی ان نہ آنے والوں میں سے صوفی غلام رسول صاحب کی وعدہ خلافی کو خاص طور سے نوٹ کیا گیا جو سب کے [illegible]

[illegible] آگئی اپنے پیارے [illegible] حیثیل [illegible] خاص اطلاع اجالی [illegible] عبدالغنی [illegible] دو دن [illegible] پہنچ [illegible] آبادی [illegible] اپنی [illegible] کیونکہ ان کے بغیر اس کا [illegible] آ پہنچے آپ نے وعظ فرمایا [illegible] میں انسان [illegible] شرک و بدعات کی تردید سے [illegible] سامعین کو خوب [illegible] جماعت کی [illegible] ان کی [illegible] خداتعالے کے [illegible] قاضی صاحب کے [illegible] سالوں سے الحکم وبدر [illegible] دلوں کرنے کی [illegible] جمعہ [illegible] خطبہ سے پہلے [illegible] یا ایھا الذین آمنوا [illegible] [illegible] تقریر کی [illegible] ہدایت کی اور ان [illegible] عبداللہ [illegible] الیکم [illegible] سمجھائی۔ خطبہ حافظ صاحب نے پڑھا [illegible] آل عمران کا وعظ وسارعوا الی مغفرۃ سے شروع کیا۔ دنیا رہ رہے چند عاقبت کا رہا خداوند۔ اس بات کی چند مثالیں دے کر موجودہ نسل کو ان کے خلاف قرار دیتے ہوئے جتایا کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ پس دوڑو اور جو کچھ کرنا کر لو۔ ایک مربعہ زمین پر پانی کے لئے اتنی کوشش اور جنت (جس کا رقبہ آسمان زمین سے بڑھکر ہے) کے لئے یہ سستی اور دوزخ بہشتی یہ زمین متقیوں کے لئے ہے جن کی یہ صفات ہیں۔ خوشحالی اور تنگدستی میں خرچ کرتے ہیں یہاں پر انفاق فی سبیل اللہ کے ثواب اور برکات کے متعلق بہت سی آیات مثل الذین ینفقون اموالھم کے سنائیں اور اخیر میں بتایا کہ واعدوا لھم ما استطعتم میں جو آخرین منھم ہے وہ اسی زمانہ کی طرف اشارہ ہے پس تم بیعت کے اقرار پر نظر کر کے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم کو پہلے یاد کر دکھاؤ۔ پھر والکاظمین الغیظ پر کچھ تقریر کی۔ اور اخیر میں لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین پڑھ کر [illegible]

خیر کیا لوگ ہمہ تن گوش تھے کیسی تاکید [illegible] جمعہ جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی [illegible] سے افتتاح ہوا۔ بعد ازاں قاضی صاحب [illegible] سامعین کی رعایت کے [illegible] پنجابی زبان میں شروع کی [illegible] [illegible] تمام پہلوؤں [illegible] فی الحال اس کے عنوان خلاصہ بتائے جاتے ہیں (۱) جنت الذین فی السراء والضراء کے لئے ہے (۲) سونا چاندی دبانے اور فی سبیل اللہ خرچ نہ کرتے ان کے لئے عذاب ہے ترش رو ہونے کے سبب پیشانی پر اور بے رخی کے سبب پہلو پر اور منہ پھیرنے کے سبب پشت پر داغ لگایا جائیگا۔ ایسا ہی جو بخل اختیار کرتے اور لوگوں کو بھی بخل کی تحریک کرتے اور خدا تعالے کے انعام چھپاتے ہیں۔ ایسے کافروں کے لئے خدا کا [illegible] ذلت ہے (۳) قارون کا حال قرآن کریم سے اور اس کا انجام اور باغ والوں کا قصہ (سورہ ن) (۴) دولتمند بخیلوں کے لئے وبال جان ہے انما یرید اللہ لیعذبھم بھا فی الحیوۃ الدنیا (۵) دولتمند کثیر غلبوت [illegible] (۶) [illegible] پہلے ارازلنا بادی الرای داخل ہوتے ہیں (۷) [illegible] قواعد من۔ اذی۔ ریاء۔ خبیث شئے کے دینے سے خالی ہو۔ فقر سے مت ڈرو۔ کہ یہ شیطان کا وسوسہ ہے محض ابتغاء وجہ اللہ ہو (۸) خیرات کے مصارف مستحق غیر مستحق کی تمیز سوال کرنا ایک ذلت ہے (۹) تمام بالوں سے بچنے کے لئے اپنے امام موعود کے پاس بھیجدے نہ ریا نہ من نہ اذی نہ مستحق اور غیر مستحق کا جھگڑا رہے۔ جب نقود ایمان سپرد کر دیئے نقود تسلیم کرنے میں کیا تامل ہے؟ (۱۰) نبی کریم صلعم بھی چندہ وصول کرتے اس وصول کرنے کا قرآن میں حکم ہے (۱۱) منافقین کے اس چندہ کی نسبت اعتراضات (۱۲) چندہ کو چٹی سمجھنے والے اور موجب قربات جاننے والے دو فریق زمانہ نبوی میں (۱۳) جنگ تبوک کا حال حضرت ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کی مالی جانی امداد ابوعقیل انصاری کا واقعہ غرض یہ تقریر بلحاظ اعلے طرز استدلال وشستگی بیان وجامعیت وبلاغت کے قابل قدر تھی بعد نماز عصر چند سات [illegible] پاس ہوگئی اور سب بھائیوں نے اقرار کیا کہ ہم نماز اول وقت باجماعت سنوار سنوار کر ادا کرنے اور چندہ کے لئے کار وبار دنیاوی چھوڑ کر [illegible] مسجد میں

حاضر ہو جانے اور اپنے گھر میں مستورات کو نمازی بنانے میں خاص کوشش کریں گے (۲) چندہ خاص اہتمام سے باقاعدہ بھیجا کریں گے۔ چنانچہ قاضی صاحب کی تقریر کے انجام پر بتانے کے قریب چندہ [illegible] جمع ہو گیا تھا۔

(۳) ایک دوسرے کی ہمدردی شادی غمی تکفین نماز جنازہ کے لئے چار چار پانچ پانچ کوس سے بھی بشرط ضرورت کاروبار چھوڑ کر پہنچ جایا کریں گے یہ اسلئے کہ بعض جگہ ایک دو آدمی ہوتے ہیں اور مخالف ان کی چارپائی [illegible] کے لئے روادار نہیں ہوتے۔ اتباع [illegible] ایسے موقع پر چھوڑ کر محض سنت [illegible] علیہ وسلم پر عمل کریں گے۔ رشتہ [illegible] کرنا اپنا فرض خیال کریں گے۔

عشاء کے وقت حافظ صاحب کا عام [illegible] تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون [illegible] شرک وبدعت کی پورے طور سے تردید کرتے ہوئے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی صداقت اور [illegible] علامات قیامت کی حقیقت بیان کی [illegible] اعلام ہوگی صبح قاضی صاحب نے [illegible] قل ھو اللہ احد پر ایک لطیف [illegible] اور اسے ثلث القرآن کہنے کی حکمت بتاتے ہوئے ایک نکتہ بیان کیا کہ مخالف ملاں کے خیال میں حضرت عیسی علیہ السلام کی صفات پر [illegible] یہ سورہ ان پر صادق آتی ہے جو بڑی بھاری [illegible] ہے۔ موضع رجوعہ میں [illegible] بھاری جماعت تھی۔ اور اب بوجہ نہ ہونے کسی اہتمام کنندہ کے کچھ سستی چھا رہی تھی۔ ایک مسجد کی بنا کی گئی۔ کیونکہ پہلی مسجد سے مخالفین نے [illegible] یہ تجویز بہت سی رد وکد کے بعد منظور ہوئی اور آئندہ جلسہ بھی رجوعہ بتاریخ [illegible] قرار پایا۔ پیر صاحب نے دعوت ومہمان نوازی کا انتظام یعنی اپنی میزبانی کے فرائض کو بوجہ احسن ادا کیا۔ اور تمام خرچ خود اٹھایا۔ سامعین [illegible] مستورات بھی پردے کے پورے انتظام کے ساتھ شامل تھیں۔ خانقاہ [illegible] نشین بھی مع چند درویش کے قاضی صاحب کے وعظ میں آیا۔ میں چاہتا ہوں کہ تمام [illegible] میں ایسے جلسے ماہوار ضرور ہوں [illegible] ہے کہ جماعت پوری ترقی کرسکتی ہے۔

سکرٹری انجمن احمدیہ ضلع گجرات

[illegible]

تجارت العرب قبل الاسلام

اس مضمون سے عربون کی داد ستد کی خوبیون یا برائیون کی بحث مراد نہیں ہے - بلکہ یہ عربون کی قدیم تجارت کی تواریخ ہے جس سے اس امر کی توضیح ہوتی ہے کہ یہ طریقہ ان میں کب اور کیونکر مروج ہوا اور اسکی حالت میں عہد بعہد کس طرح انقلابات ہوئے اور نیز یہ کہ اسکی وسعت کہاں تک تھی اور یہ لوگ کن کن ممالک میں بغرض تجارت آیا جایا کرتے تھے - ان کے ملک میں کون کون تجارتگاہیں تھیں - اور کون کون اقوام و قبائل تجارت پیشہ تھے - اور کن کن اشیاء کی تجارت کیا کرتے تھے -

اردو زبان میں یہ مضمون [illegible] پہلا ہے [illegible] کے ساتھ عربون کی تجارت پر لکھا گیا ہے - [illegible] اس سے پہلے ہی محبوب احمد صاحب [illegible] اور شمس العلماء سید علی صاحب بلگرامی نے عربون کی تجارت پر مضامین لکھے ہیں لیکن ان میں بیشتر عہد اسلامی کی تجارت کا تذکرہ ہے - اور قدیم تجارت کے حالات صرف چند سطرون میں خفیف [illegible] گئے ہیں -

آخر میں اس امر کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون عربی - عبرانی - یونانی - فرانسیسی انگریزی وغیرہ زبانون کی بیس سے زیادہ ضخیم کتابون کی ورق گردانی کے بعد مرتب کیا گیا ہے -

نہایت ہی قدیم زمانہ میں جن اقوام نے ایک ملک کی پیداوار کو دوسرے ملک کی پیداوار سے پہلے پہل ادل بدل کیا ہے

تجارت عرب کی قدامت

ان میں خصوصیت کے ساتھ عربون کا تذکرہ کیا جاتا ہے -

اہل عرب حضرت مسیح علیہ السلام سے صدیون پیشتر تجارت میں مشغول تھے تورات اور نیز یونان نے نہایت قدیم تصنیفات میں عربون کی تجارت کے بیشمار حالات موجود ہیں جس سے ان کے اس پیشہ کی قدامت بہت ہی واضح ہے -

ایک نہایت قدیم روایت[1] ہے کہ جن لوگون نے حضرت یوسف علیہ السلام کو انکے نامہربان اور سنگدل بھائیون سے خرید کر مصر کے فوطیفار کے ہاتھ بیچا تھا وہ عرب کے قبائل اسماعیل اور مدیان کے تاجر تھے -

تجارت عرب کی وسعت

عربون کی تجارت جیسی کہ قدیم تھی ویسی وسیع اور عالمگیر تھی جیسا کہ ڈاکٹر ولی بان نے لکھا ہے کہ اسکی انتہا ربع مسکون تک پہونچ گئی تھی[1] - چین کے مشرقی سواحل اور مجمع الجزائر سے لیکر جبل الطارق تک عربی تجار کے جہازات کا بیڑہ بغرض تجارت پھرا کرتا تھا - افریقہ - ایران - ہندوستان - ختا - ترکستان - روس ایشیائے کوچک وغیرہ ممالک کی سرزمین ان کے قافلون کی جولانگاہ تھی -

غرض اقصائے عالم کی تجارت عربون کے ہاتھ میں تھی اور دو ہزار برس تک عرب تمام عالم کا مرکز تجارت بنا رہا تھا اور اسی وجہ سے سکندر اعظم نے ارادہ کیا تھا کہ [illegible] کا مستقر اور [illegible] عرب کو بنائے[2] - بقول ڈاکٹر لی بان کے زمانہ قدیم میں عرب نے تمام دنیا میں وہی کام کیا ہے جو یورپ [illegible] کے زمانہ میں کیا تھا[3] عربون کو نہایت قدیم زمانہ سے [illegible] ایران - چین - [illegible] یونان - افریقہ - بابل فنیکیا - شام وغیرہ ممالک سے تجارتی تعلق تھا [illegible] ممالک [illegible] دونون راہون سے آیا جایا کرتے تھے - [illegible] تجارت کاروانون کے [illegible] جاتی تھی - بحری تجارت کے لئے دور دراز مقامات پر جہازات کے ذریعہ سے آیا جایا کرتے تھے [illegible] کام [illegible] عربون [illegible] تجارت بری تجارت سے [illegible] ہوئی تھی -

مصریون اور عربون کے تجارتی تعلقات

[illegible] قدیم میں مصریون کی تجارت عربون کے ہاتھ میں تھی نیز عربون کا تجارتی تعلق بہ نسبت دیگر ممالک کے مصریون سے نہایت قدیم ہے عنطفت[4] رابع نے اپنے زمانہ میں بحر احمر کے سواحل پر ایک تجارتی مشن روانہ کیا تھا جسکے ساتھ بیش قیمت اشیاء - جواہرات نادر حیوانات تھے - اسی[5] طرح مصر کی ملکہ ہتشو[6] نے بھی جہازون کا ایک بیڑہ اس ملک میں بغرض تجارت بھیجا تھا[7]

عربون کی تجارت ملکہ ہتشو کے زمانہ میں اور نیز اوس کے اخلاف کے ایام حکومت میں نہایت چمکی ہوئی تھی - عرب اکثر بحر احمر سے مصر میں جایا کرتے تھے نیز خلیج سوئس سے رود نیل تک بھی انہون نے ایک گزرگاہ بنائی تھی - اہل یمن کی تجارت مصر میں انیسوین[8] خاندان کے خاتمہ تک باقی رہی پھر مصریون نے اپنے ملک میں تاجرون کے [illegible] بازار بنائے[9]

مصری ہندوستانیون سے براہ راست تجارت نہیں کرتے تھے بلکہ ہند کا مال و اسباب عربون سے خرید کرتے [illegible] مصر سے - چوب - مواشی [illegible] وغیرہ ہندوستان میں لاکر تے تھے اور ہندوستان سے خوشبو [illegible] یاقوت وغیرہ اشیاء مصر [illegible] کے بازارون میں لایا کرتے تھے[10]

صور[11] کے باشندون اور عربون کے درمیان بھی قدیم الایام سے تجارتی تعلقات ہیں اس ملک میں عرب

صورئیین اور عربون کے تجارتی تعلقات

عرب خشکی اور تری کے دونون راستون سے آیا جایا کرتے تھے - اہل یمن کی تجارت صورئیین سے کئی راستون سے تھی - خشکی کے راستہ سے حجاز سے ہوتے ہوئے قافلون کے ذریعہ اپنے مال و اسباب لے جایا کرتے تھے - انکا بحری راستہ بحر احمر اور خلیج عقبہ سے تھا کبھی کبھی صور و صیدا کے راستون سے بھی جایا آیا کرتے تھے - صورئیین اگرچہ فن جہازرانی سے خوب ماہر تھے تاہم بحر احمر اور بحر ہند کے خطرات سے خائف تھے اس وجہ سے ان ممالک کی پیداوار عربستان بالخصوص جنوبی عرب (یمن) سے لیا کرتے تھے[1]

یمن اور عدن والے صور میں جن اشیاء کی تجارت کرتے تھے وہ ہر قسم کے نفیس اور خوشبودار مصالحے اور ہر طرح کے قیمتی پتھر کمخواب سونا - چوغے ارغوانی منقش پوشاکیں اور سب طرح کے بوٹیدار کپڑے تھے[2] - اہل حجاز کی تجارت بھیڑ دنبے بکرون کی تھی[3] گوہر شب چراغ - ارغوانی اور زردوزی کتان مرجان وغیرہ کو ادوم[4] کے باشندے صور کے بازارون میں لایا کرتے تھے[5]

بنی اسرائیل سے عربون کے تجارتی تعلقات

بنی اسرائیل[6] کو دور دراز ممالک سے تجارتی تعلقات نہیں تھے وہ صرف اپنے ہمسایہ ممالک سے لین دین کیا کرتے تھے رومانی - یونانی اشیاء کی خرید کیلئے فنیکیا تھا - ایرانی اسباب خالدیا سے لیا کرتے تھے - عربی پیداوار - ہند و چین کے سامان عربون سے لیتے تھے -

[ف] صور کی تجارت اور اوسکی رونق و خوبصورتی کا نہایت دلچسپ اور حیرت انگیز تذکرہ کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہان اقصائے عالم کے تجار بغرض لین دین کے آیا کرتے تھے (صحیفہ حزقیل کا باب ۲۷ ملاحظہ کیجئے) صور حضرت مسیح سے چھ سو برس قبل تباہ ہو گیا -

---

[1] تمام علماء یورپ تسلیم کرتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت مسیح سے سترہ سو سال پیشتر کا ہے -

[1] ڈاکٹر صاحب موصوف کی فرانسیسی کتاب .... کا صفحہ ۲۸ دیکھئے -
[2] ڈاکٹر لیبان کی فرانسیسی زبان کی کتاب صفحہ ۶۸
[3] صناجۃ الطرب فی تقدمات العرب مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۹۸ - [4] ڈاکٹر لی بان کی فرانسیسی کتاب کا صفحہ ۶۸ دیکھئے -
[5] نخبۃ الدہر فی عجائب البر و البحر کا صفحہ ۱۱۶ -
[6] عنطفت رابع مصر کا بادشاہ تھا جو عہد مینارین کے بعد گزرا ہے - اور یہ مصر کے گیارہوین شاہی خاندان سے تھا - اس خاندان میں ۹ فرمانروا گزرے ہیں جنمیں پہلے (۶) کا لقب عنطفت تھا اور آخر (۳) کا منطوحتپ - یہ خاندان بقول بیڑی ۳۰۰۵ سے ۲۷۷۸ قبل مسیح تک فرمانروائی کرتا رہا -

[7] مقتطف لاہور (؟) ماہ فروری ۱۹۰۵ء کا صفحہ ۱۲۵ دیکھئے [8] ملکہ ہتشو [illegible] اوسکا نام ہتشب ست ہے مصر کے اٹھارہوین شاہی خاندان سے ہے اس خاندان کا پہلا بادشاہ آمس اول ہے جس نے ۱۵۸۷ء سے ۱۵۶۲ تک قسم حکومت کی اسکے بعد آمینوفس - تہوتمس اول و دوم حکمران ہوئے ہیں جن میں تہوتمس دوم کی حکمرانی چند ہی یوم کی تھی تہوتمس دوم کے بعد ملکہ ہتشو کی حکومت کا زمانہ آتا ہے - اٹھارہوین خاندان نے ۱۵۸۷ء سے ۱۳۲۸ قم تک حکمرانی کی ہے - [9] تاریخ القدیم مطبوعہ بیروت صفحہ ۱۹۶ [10] مصر کی انیسوین شاہی خاندان کا آغاز ۱۳۲۸ ق م سے اور خاتمہ ۱۲۰۰ ق م میں ہوا ہے - اسی خاندان کے ایام حکومت میں حضرت موسیٰ بنی اسرائیل کو مصر سے نکال لیگئے - بیسیون خاندان کے زمانہ حکومت میں سے جسکی مدت حکومت ۱۲۰۰ ق م سے ۱۰۹۰ ق م تک ہے مصریون کی تجارت اہل فینکی کے ہاتھون میں تھی اور یہ لوگ مصر کے تاجرون کو دور دراز ممالک سے اشیا لاکر دیا کرتے تھے - فینکیہ کی تباہی کے بعد سے پھر عرب تاجرون کو مصر میں عروج ہوا - [9] تاریخ قدیم مطبوعہ بیروت کا صفحہ ۱۹۶ دیکھئے - [10] سیاحۃ المعارف مطبوعہ بیروت کا صفحہ ۵۷ دیکھئے - [11] صور (צר) ساحل شام پر کوہ لبنان اور بحر الابیض کے درمیان واقع ہے اسکا طول ایکسو پچاس میل اور عرض چوبیس میل ہے اس ملک کے بیت السلطنت کا نام صور تھا اسی مناسبت سے تمام ملک کو عبرانی اور عربی صور کہتے ہیں یونانی اسکو فنیکیا ( ) کہتے ہیں اسی لفظ سے انگریزی کا لفظ نکلا ہے اور صور ——— جولٹ ریا تھا -

[1] تاریخ القدیم کا صفحہ ۱۹۶ دیکھئے [2] کتاب مقدس میں حزقیل علیہ السلام کی کتاب کا باب ۲۷ آیۃ ۲۲ سے ۲۴ تک دیکھئے - [3] حزقیل علیہ السلام کی کتاب باب ۲۷ آیۃ ۲۱ - [4] ادوم کو جسے دومہ بھی کہتے ہیں - حضرت اسماعیل علیہ السلام کے چھٹے فرزند دومہ نے آباد کیا تھا - عرب اسکو دومۃ الجندل کہتے ہیں اور یہ نجد میں واقع ہے - [5] صحیفہ حزقیل علیہ السلام باب ۲۷ آیۃ ۱۶ [6] بنی اسرائیل کا ملک وہی ہے جسکو عرب کنعان (صفن اور یونانی فلسطین فلسطینیا) کہتے ہیں یہ ملک دان کے بیرشبع کے شمال بحر الابیض کے مشرق صحرائے آرام کے جنوب میں واقع ہے -

بنی اسرائیل اور عربوں کے مابین جو تجارت ہوتی تہی اس کا ذکر توراۃ میں کئی مقام پر آیا ہے۔ منجملہ ان کے ایک نہایت مشہور واقعہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا حیرام کی شرکت سے براہ سمندر اوفیر[۱] سے سونا منگوانا ہے[۲]۔ بابل[۳] کو اہل عرب کاروانوں سے آیا جایا کرتے تھے۔ ان کے کاروان وہاں عرصہ دراز تک مقیم

بابل والوں سے عربوں کے تجارتی تعلقات

رہا کرتے تھے خالدین[۴] عربوں سے عرب کی پیداوار۔ جنوبی ہندوستان چین۔ افریقہ وغیرہ ممالک کے اشیاء خریدا کرتے تھے۔ اور عرب ان سے شمالی ہند۔ ایران۔ ترکستان وغیرہ ممالک کی پیداوار تبادلہ میں لیا کرتے تھے عربوں کی تجارت کالدین سے تباہی بابل تک نہایت عروج پر تہی۔[۵]

قدیم زمانہ میں اہل عرب جنوب کے ایرانیوں سے براہ بحر شہر گیرا سے تجارت کیا کرتے تھے۔ تباہی

ایرانیوں سے عربوں کے تجارتی تعلقات

بابل کے بعد شمالی ایران میں عربوں کی آمد و رفت کو ترقی ہوئی ہے زمانہ وسطی[۶] میں جبکہ عراق عرب دولت عجم کے ماتحت ہو گیا تہا عربوں کو ایرانی تجارت میں نہایت عروج حاصل تہا۔ چنانچہ ان ایام میں شہر مداین[۷] جو عراق عرب میں ہے ایران کی تجارت کا مرکز تھا۔

اہل عرب چین[۱] کو بحری اور برّی دونوں راستوں سے آیا جایا کرتے تھے انکا بحری راستہ سواحل عرب

چین سے عربوں کے تجارتی تعلقات

یا خلیج فارس کے سواحل سے شروع اور براہ راست چین تک منتہی ہوتا تہا جس کے اثنائے راہ سواحل ہند سیلان سیام مجمع الجزائر وغیرہ پڑتے تھے برّی راستہ ایران دشت قفچاق ترکستان۔ بلخ وغیرہ ممالک سے ہوتا ہوا جاتا تہا[۲]

عرب مسیح سے صدیوں بیشتر چین میں بغرض تجارت آیا جایا کرتے تھے۔ مسٹر آرنولڈ لکھتا ہے کہ عربوں کی تجارت کو مسیح سے ایک صدی بیشتر چین میں کمال عروج تہا۔

عربوں کی تجارت چین کے اور شہروں کی بہ نسبت زیادہ تر صین الصین میں تہی اس شہر میں اس وقت بہی قدیم عربوں کے لئے ایک آثار موجود ہیں جنکے منجملہ ایک حضرت رسول کریم کے چچا کا مرقد مبارک ہے[۳]

چین میں عربوں کی تجارت جواہرات۔ مرجان فرش۔ سوتی کپڑے کی تہی اور ان اشیا کے تبادلہ میں وہاں سے اطلس کمخواب ظروف چینی چاء کے ادویہ وغیرہ لیتے تہے۔ اور صین الصین سے چائے افیون سیماب شورہ۔ ٹین۔ جواہرات لیا کرتے

تہے[۱]۔

عرب ہندوستان کو برّی اور بحری دونوں راستوں سے آیا جایا کرتے تہے۔ برّی راستہ۔ ایران۔ سمرقند کشمیر

ہندوستان اور سیلان سے عربوں کے تجارتی تعلقات

سے ہوتا ہوا ہند کو جاتا تہا۔ بحری راستہ سیراف اور عدن سے تہا[۲]

خشکی کے راستہ سے ان لوگوں کی تجارت کشمیر قنوج وغیرہ ممالک میں ہوتی تہی۔ بحری راستہ سے سندہ ملیبار[۳] سیلان[۴] وغیرہ ملکوں میں تجارت کیا کرتے تہے۔

عرب شمالی ہند اور کشمیر وغیرہ سے بارود پنبہ۔ افیون۔ اون۔ حریر۔ مشک۔ ریوند چینی پشمینہ وغیرہ خرید کیا کرتے تہے[۵]۔ اور جن کو ملیبار سیلان سے خرید کرتے تہے وہ طرح طرح کے گرم مصالحے۔ لونگ۔ الایچی مرچ۔ زیرہ۔ عطریات دارچینی۔ جواہرات۔ نیز دیگر معدنیات حیوانات ناریل وغیرہ اشیاء تھے[۶]

عربوں کا تجارتی تعلق ہندوستان سے نہایت قدیم ہے بقول ڈاکٹر گستاولی بان کے جس کا آغاز ابتدا از زمانہ تاریخی سے ہوتا ہے۔ عرب ہندوستان کے جن شہروں میں سب سے پہلے تجارت کی غرض سے آئے وہ سندہ ملیبار۔ سیلان تہے اور یہ ہی مقامات ان کی خاص تجارتگاہیں تہیں۔

عرب قدیم الایام سے سواحل افریقہ پر تجارت کیا کرتے تھے یہاں حبشہ[۸] اور

کارتہج[۱] ان کی تجارت کے مشہور مقامات تھے۔

افریقہ سے عربوں کے تجارتی تعلقات

اہل یمن حبشہ کو عدن سے اور اہل حجاز جدہ سے آیا جایا کرتے تہے کارتہج کا بحری راستہ بحر الروم سے تہا۔ مورخ[۲] نے لکھا ہے کہ افریقہ میں عربوں کی آمد و رفت سے ہوتی تہی[۵]

عربوں اور یونانیوں کے تجارتی تعلقات

عربوں اور یونانیوں[۱] کے مابین جو تجارتی تعلق تہا نہایت قدیم تہا مورخ ہیرودوٹس[۷] کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکے زمانہ میں یونان میں عربوں کی تجارت کمال عروج پر تہی۔

---

[۱] اوفیر کے جائے وقوع میں اکثر علما اختلاف بہی کرتے ہیں لیکن عام طور پر یہ شہر حضر موت میں تسلیم کیا جاتا ہے۔ [۲] دوم تواریخ باب ہشتم آیۃ ۱۷ سے ۱۹ تک۔ [۳] بابل جسکو عبرانی کسدیم اور یونانین خالدیا اور آسوریا کہتے ہیں وہ ملک ہے جو سواحل فرات اور دجلہ پر واقع ہے۔ بابل والوں کے تجارتی تعلقات جو ہندوستانیوں اور ایرانیوں سے تہے وہ قابل بیان ہیں۔ یہ لوگ ہندوستان کے شمالی ممالک سے براہ بحر و بر تجارت کیا کرتے تہے بحری راستہ خلیج فارس کا تھا جسکے اثنا میں شیراز پڑتا تہا۔ اس راہ سے سندہ ملتان گجرات وغیرہ ممالک میں آیا جایا کرتے تھے۔ انکا برّی راستہ ایران اور افغانستان وغیرہ سے ہوتا ہوا جاتا ہے [۴] یشعیا علیہ السلام کی کتاب کے باب ۱۳۔ آیۃ ۲۰ کو دیکھئے [۵] تاریخ قدیم صفحہ ۸۰۔ [۶] مورخ استرابو کی یونانی زبان کی تاریخ کا صفحہ ۱۱۰ دیکھئے [۷] زمانہ وسطی سے حضرت رسول کریم اور مسیح علیہ السلام کے مابین کا زمانہ اور بالخصوص چوتھی اور چھٹی صدی مسیحی کا درمیانی زمانہ مراد ہے۔ [۸] مداین بغداد سے ایک منزل کے فاصلہ پر جانب جنوب آباد تہا زمانہ قدیم میں اسکو طیسیفون کہتے تھے۔ نوشیروان نے اسکو اپنا مستقر قرار دیا تہا۔ اسی شہر میں ایوان کسریٰ کے کھنڈرات تھے۔ صناجۃ الطرب

[۱] مورخ رشید الدین لکھتا ہے کہ ملک چین کے دو حصے تھے۔ خطا و صین الصین دریائے ہوانگ ہو کے شمال میں جو ایک ملک ہے وہ خطا کہلاتا تہا۔ اور اسکا بیت السلطنت خان بالغ تہا ہوانگ کے جنوبی ملک کو صین الصین کہتے تھے اور اسکا دار السلطنت خنسا تہا۔ خطا میں جو عرب آیا کرتے تہے وہ زیادہ تر ایران۔ ترکستان۔ منگولیا وغیرہ ہوتے ہوئے خشکی کے راستہ آتے تہے۔ خان بالغ۔ ابن بطوطہ (جلد ص) اور صاحب تقویم البلدان (صفحہ) نے اسکا نام خانقو بہی لکھا ہے۔ حال کے جغرافیہ میں اسکو پیکن کہتے ہیں صین الصین اسکو عرب صین الکبریٰ کہتے ہیں مارکو پولو نے اسکا نام ماچین لکھا ہے حال کے جغرافیہ میں اسکا نام کینٹن لکھتے ہیں خنسا جسکو اسوقت ہوانگ جو کہتے ہیں چین کا بہت بڑا اور بارونق شہر ہے۔ پہلی صدی میں جو عربی تاجروں کے جہازات چین میں آتے تہے ان کے قیام کی جگہ یہی شہر تہا۔ [۲] یہ راستہ ڈاکٹر لی بان کی کتاب اور تجلۃ الدہر سے اخذ کیا گیا ہے۔ ملاحظہ کیجئے "ٹائمز آف انڈیا" مطبوعہ ۲ستمبر ۱۹۰۵ء میں عماد نواز جنگ بہادر کی بیوی جمیلہ بیگم صاحبہ کا مضمون "ایک ترکی سلطانہ کی ملاقات"۔ بیگم صاحبہ نے اس قبر کو بچشم خود دیکھا ہے۔ نیز اس شہر کے متعلق یہ

[۱] ملاحظہ ہو تاریخ چین صفحہ ۱۴۔ [۲] فریج کتاب صفحہ ۲۰۔ [۳] لفظ ملیبار کے معنی "پہاڑی ملک" ہیں اسکو قدیم زمانہ میں کراک کہتے تہے۔ اس کماری سے گواٹک کا مشرقی ساحل ملیبار کہلاتا ہے۔ [۴] سیلان ہندوستان کے جنوب میں ایک جزیرہ ہے اسکے اور ہندوستان کے درمیان چالیس میل کا فاصلہ ہے۔ رامچندر جی کی بیوی سیتا کو جو راون چرا کے لے گیا تہا وہ اسی جزیرہ کا بادشاہ تہا۔ ہندو لوگ اسکو لنکا کہتے ہیں۔ سراندیپ بہی اسی کا نام ہے [۵] سیاحۃ المعارف صفحہ ۱ [۶] تحفۃ المجاہدین۔ [۷] فریج کتاب صفحہ ۵۰۶ [۸] عرب جسکو حبشہ کہتے ہیں وہ ملک اسوقت ابی سینا نوبیہ کہلاتا ہے یونانیوں نے اسکا نام ایتھوپیا رکھا ہے۔ ایتھوپیا دو لفظوں سے مرکب ہے جسکے معنی ہیں "جلا ہوا چہرہ" یہ نام انہوں نے اسکو اسوجہ سے دیا ہے کہ یہاں کے لوگوں کے چہرے تمازت آفتاب کیوجہ سے سیاہ ہو جایا کرتے ہیں۔ یہ حبشی اور سیاہ فام مخلوق قدیم زمانہ میں مہذب تہی اور ہندوستان اور عرب سے اسکی بہت تجارت تہی۔ زمانہ وسطی میں عربوں کو حبشیوں سے خاص تعلق تہا کیونکہ ان لوگوں کی یمن میں حکومت

[۱] کارتہج ایک قدیم شہر ہے جو افریقہ کے شمال میں واقع جہاں اب تونس آباد ہے۔ صوریین نے ۵۵۳ قبل مسیح اسکی بنا ڈالی تہی ۱۴۶ء میں رومیوں نے اسکو برباد کر دیا۔ وہ عربی تجار جو یونان کو آیا جایا کرتے تہے [۲] تاریخ الاسلام صفحہ (۶) [۳] استرابو کا مشہور جغرافیہ دان ہے ۵۴ قبل مسیح پیدا ہوا ۲۴ء میں مرا۔ [۴] دیکھئے استرابو کی یونانی زبان میں تاریخ کا صفحہ (۱۱۰) [۵] استرابو نے اس کا تلفظ گیرا لکھا ہے جرمنی کے ضمیمہ مراصد الاطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا عربی تلفظ جیرہ ہے اور یہ شہر بحرین میں خلیج فارس کے کنارے واقع تہا۔ [۶] یونانی اپنے ملک کو جسے انگریز گریک بولتے ہیں مٹیلس کہتے تہے (دیکھئے یونانی اور فارسی بائبل میں اعمال الرسل باب ۲۰ آیۃ ۲) اور خود کو ہیلینس کہا کرتے تہے۔ اور یونان ان نو آبادیوں کا نام کہا تہا جنکو انہوں نے بحر الاسود اور بحر الروم کے مابین آباد کیا تھا اس کو وہی لوگ بنی منکیر آسیا بہی کہتے تہے عرب اسکو جو آسیا الصغریٰ کہتے ہیں وہ بعینہ آخری جملہ کا ترجمہ کیا ہے۔ عرب ہیلس کو یونان کہتے ہیں لیکن ہمارے اس مضمون میں یونان سے ہیلس اور ایطالیہ دونوں ملک مراد ہیں۔ [۷] ہیرودوٹس یونان کا مشہور مورخ ہے جسکو ابو المورخین کہتے ہیں ۴۲۴ قبل مسیح میں فوت ہوا۔

کلماتِ طیّباتِ حضرت مسیح الزمان علیہ السلام الرحمٰن

(تتمہ ۱۳ - مئی ۱۹۰۶ء)

لوگ ابدال ہوجاتے ہیں اور وہ اس دنیا کے نہیں رہتے ان کے ہر کام میں ایک خلوص اور اہلیت ہوتی ہے لیکن دنیادار کا تو یہ حال ہے کہ وہ خیرات بھی کرتے ہیں تو اسکے لئے تعریف اور تحسین چاہتے ہیں اگر کسی نیک کام میں کوئی چندہ دیتا ہے تو غرض یہ ہے کہ اخبارات میں اسکی تعریف ہو۔ لوگ تعریف کریں۔ اس نیکی کو خداتعالےٰ سے کیا تعلق بہت لوگ شادیاں کرتے ہیں اسوقت سارے گاؤں میں روٹی دیتے ہیں مگر خدا کے لئے نہیں صرف نمائش اور تعریف کے لئے۔ اگر ریا نہ ہوتی اور محض شفقت علے خلق اللہ کے لحاظ سے یہ فعل ہوتا اور خالص خدا کیلئے تو ولی ہوجاتے۔ لیکن چونکہ ان کاموں کو خداتعالےٰ سے کوئی تعلق اور غرض نہیں ہوتا اسلئے کوئی نیک اور بابرکت اثر انمیں پیدا نہیں ہوتا۔ یہ خوب یاد رکھو کہ جو شخص خداتعالےٰ کے لئے ہوجاوے خداتعالےٰ اسکا ہوجاتا ہے اور خدا کسی کے دہوکے میں نہیں آتا۔ اگر کوئی یہ چاہے کہ ریاکاری اور فریب سے خدا کو ٹھگ لونگا تو یہ حماقت اور نادانی ہے وہ خود ہی دہوکہ کہا رہا ہے۔ دنیا کے زیب۔ دنیا کی محبت ساری خطاکاریوں کی جڑ ہے۔ اس میں اندھا ہوکر انسان انسانیت سے نکل جاتا ہے اور نہیں سمجھتا کہ میں کیا کر رہا ہوں اور مجھے کیا کرنا چاہیئے تھا۔ جس حالت میں عقلمند انسان کسی کے دہوکہ میں نہیں آسکتا تو اللہ تعالےٰ کیونکر کسی کے دہوکہ میں آسکتا ہے مگر ایسے افعال بد کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور سب سے بڑا گناہ جس نے اسوقت مسلمانوں کو تباہ حال کر رکھا ہے اور جس میں وہ مبتلا ہیں وہ یہی دنیا کی محبت ہے۔ سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے ہر وقت لوگ اسی غم وہم میں پھنسے ہوئے ہیں اور اُس وقت کا لحاظ اور خیال ہی نہیں کہ جب قبر میں رکھے جاوینگے۔ ایسے لوگ اگر اللہ تعالےٰ سے ڈرتے اور دین کے لئے ذرا بھی ہم وغم رکھتے تو بہت کچھ فائدہ اٹھالیتے۔ سعدی کہتا ہے۔

ع گر وزیر از خدا ترسیدے

ملازم لوگ تھوڑی سی نوکری کے لئے اپنے کام میں کیسے چست وچالاک ہوتے ہیں لیکن جب نماز کا وقت آتا ہے تو ذرا ٹھنڈا پانی دیکھ کر ہی رہ جاتے ہیں۔ ایسی باتیں کیوں پیدا ہوتی ہیں؟ اسلئے کہ اللہ تعالےٰ کی عظمت دل میں نہیں ہوتی اگر خداتعالےٰ کی کچھ بھی عظمت ہو اور مرنے کا خیال اور یقین ہو تو ساری سستی اور غفلت جاتی رہے اسلئے خدا کی عظمت کو دل میں رکھنا چاہیئے اور اس سے ہمیشہ ڈرنا چاہیئے۔ اسکی گرفت خطرناک ہوتی ہے۔ وہ چشم پوشی کرتا ہے اور درگذر فرماتا ہے لیکن جب کسی کو پکڑتا ہے تو پھر بہت سخت پکڑتا ہے یہانتک کہ لا یخاف عقبٰھا

پھر وہ اس امر کی بھی پروا نہیں کرتا کہ اسکے پچھلوں کا کیا حال ہوگا۔ برخلاف اسکے جو لوگ اللہ تعالےٰ سے ڈرتے اور اسکی عظمت کو دل میں جگہ دیتے [illegible] انکو عزت دیتا اور خود ان کے لئے ایک [illegible] جاتا ہے۔ [illegible] میں آیا ہے۔ من کان للّٰہ کان اللّٰہ لہ یعنی جو شخص اللہ تعالےٰ کے لئے ہوجاوے اللہ تعالےٰ اسکا ہوجاتا ہے۔ مگر افسوس یہ ہے کہ جو لوگ اسطرف توجہ بھی کرتے ہیں اور خداتعالےٰ کی طرف آنا چاہتے ہیں انمیں سے اکثر یہی چاہتے ہیں کہ

ہتھیلی پر سرسوں جمادی جاوے

وہ نہیں جانتے کہ دین کے کاموں میں کسقدر صبر اور حوصلہ کی حاجت ہے اور تعجب تو یہ ہے کہ وہ دنیا جس کے لئے وہ رات دن مرتے اور ٹکریں مارتے ہیں اسکے کاموں کے لئے تو برسوں انتظار کرتے ہیں۔ کسان بیج بوکر کتنے عرصہ تک منتظر رہتا ہے لیکن دین کے کاموں میں آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ پھونک مارکر ولی بنادو۔ اور پہلے ہی دن چاہتے ہیں کہ عرش پر پہونچ جاویں حالانکہ نہ اس راہ میں کوئی محنت اور مشقت اٹھائی۔ اور نہ کسی ابتلا کے نیچے آیا۔ خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کا یہہ قانون اور آئین نہیں ہے یہاں ہر ترقی تدریجی ہوتی ہے۔ اور خداتعالےٰ نری اتنی باتوں سے خوش نہیں ہوسکتا کہ ہم کہدیں ہم مسلمان ہیں یا مومن ہیں۔ چنانچہ اس نے فرمایا ہے۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون۔ یعنے کیا یہہ لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ اللہ تعالےٰ اتنے ہی کہنے پر راضی ہوجاوے اور یہہ لوگ چھوڑ دیئے جاویں کہ وہ کہدیں۔ ہم ایمان لائے اور ان کی کوئی آزمائش نہو۔

یہہ امر سنت اللہ کے خلاف ہے کہ پھونک مارکر ولی بنادیا جاوے اگر یہی سنت ہوتی تو پھر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ایسا ہی کرتے اور اپنے جان نثار صحابہ کو پھونک مارکر ہی ولی بنادیتے۔ انکو امتحان میں ڈلواکر انکے سر نہ کٹواتے۔ اور خداتعالےٰ انکی نسبت یہ نہ فرماتا۔

منھم من قضٰی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا

پس جب دنیا بغیر مشکلات اور محنت کے ہاتھ نہیں آتی تو عجب بیوقوف ہے وہ انسان جو دین کو حلوائے بے دود سمجھتا ہے۔ یہہ تو سچ ہے کہ دین سہل ہے مگر ہر نعمت مشقت کو چاہتی ہے۔ با این اسلام نے تو ایسی مشقت بھی نہیں رکھی۔ ہندوؤں میں دیکھو کہ انکے جوگیوں اور سنیاسیوں کو کیا کیا کرنا پڑتا ہے کہیں ان کی کمریں ماری جاتی ہیں۔ کوئی ناخن بڑھاتا ہے۔ ایسا ہی عیسائیوں میں رہبانیت تھی۔ اسلام نے ان باتوں کو نہیں رکھا بلکہ اسنے یہ تعلیم دی۔

قد افلح من زکّٰھا

یعنی نجات پاگیا وہ شخص جسنے تزکیہ نفس کیا۔ یعنی جس نے ہرایک قسم کی بدعت۔ فسق وفجور۔ نفسانی جذبات سے خداتعالےٰ کے لئے الگ کرلیا۔ اور ہر قسم کے نفسانی لذات کو چھوڑکر خدا کی راہ میں تکالیف کو مقدم کرلیا۔ ایسا شخص فی الحقیقت نجات یافتہ ہے جو خداتعالےٰ کو مقدم کرتا ہے اور دنیا اور اسکے تکلفات کو چھوڑتا ہے۔ اور پھر فرمایا۔

قد خاب من دسّٰھا۔

مٹی کے برابر ہوگیا وہ شخص جس نے نفس کو آلودہ کرلیا۔ یعنے جو زمین کی طرف جھک گیا۔ گویا یہہ ایک ہی فقرہ قرآن کریم کی ساری تعلیمات کا خلاصہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کس طرح خداتعالےٰ تک پہونچتا ہے۔ یہ بالکل سچّی اور پکّی بات ہے کہ جب تک انسان قوائے بشریہ کے برے طریق کو نہیں چھوڑتا اسوقت تک خدا نہیں ملتا۔ دنیا کی گندگیوں سے نکلنا چاہتے ہو اور خداتعالےٰ کو ملنا چاہتے ہو تو ان لذّات کو ترک کرو ورنہ

ہم خدا خواہی وہم دنیائے دون
این خیال است ومحال است وجنون

انسان کی فطرت میں دراصل بدی نہ تھی اور نہ کوئی چیز بُری ہے لیکن بد استعمالی بُری بنادیتی ہے۔ مثلاً ریا ہی کو لو۔ یہ بھی دراصل بُری نہیں کیونکہ اگر کوئی کام محض خداتعالےٰ کے لئے کرتا ہے اور اس لئے کرتا ہے کہ اس نیکی تحریک دوسروں کو بھی ہو تو یہ ریا بھی نیکی ہے۔ ریا کی دو قسمیں ہیں ایک دنیا کے لئے مثلاً کوئی شخص نماز پڑھا رہا ہے اور پیچھے کوئی بڑا آدمی آگیا اسکے خیال اور لحاظ سے نماز کو لمبا کرنا شروع کردیا۔ ایسے موقعہ پر بعض آدمیوں پر ایسا رعب پڑجاتا ہے کہ وہ بھول بھول جاتے ہیں۔ یہہ بھی ایک قسم ریا کی ہے۔ جو ہر وقت ظاہر نہیں ہوتی مگر اپنے وقت پر جیسے بھوک کے وقت روٹی کھاتا ہے یا پیاس کے وقت پانی پیتا ہے۔

مگر برخلاف اس کے جو شخص محض اللہ تعالےٰ کیلئے نماز کو سنوار سنوار کر پڑھتا ہے۔ وہ ریا میں داخل نہیں بلکہ رضاء الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے غرض ریا کے بھی محل ہوتے ہیں۔

اور انسان ایسا جانور ہے کہ بے محل عیوب پر نظر نہیں کرتا۔ مثلاً ایک شخص اپنے آپکو بڑا عفیف اور پارسا سمجھتا ہے راستہ میں اکیلا جارہا ہے راستہ میں وہ ایک تھیلی جواہرات کی پڑی پاتا ہے وہ اسے دیکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ مداخلت کی کوئی بات نہیں کوئی دیکھتا نہیں اگر یہہ اسوقت اسپر گرتا نہیں اور سمجھتا ہے کہ غیر کا حق ہوگا اور روپیہ جو گرا ہوا ہے آخر کسی کا ہے۔ ان باتوں کو سوچکر اگر اسپر نہیں گرتا اور لالچ نہیں کرتا تو فی الحقیقت پوری عفت اور تقوے سے کام لیتا ہے ورنہ اگر نرا دعوٰے ہی دعوٰی ہے تو اسوقت اسکی حقیقت کھل جاوے گی اور وہ اسے لے لیگا۔

اسی طرح ایک شخص جس کے متعلق یہ خیال ہے کہ وہ ریا کرتا ہے جب ریا کا وقت ہو اور وہ نہ کرے تو ثابت ہوگا کہ نہیں کرتا۔ لیکن جیسا کہ ابھی میں نے ذکر کیا بعض اوقات ان عادتوں کا محل ایسا ہوتا ہے کہ وہ بدل کر نیکی ہوتی ہیں۔ چنانچہ نماز جو باجماعت پڑھتا ہے اسمیں بھی ایک ریا تو ہے لیکن انسان کی غرض اگر نمائش ہی ہو تو بری ریا ہے اور اگر اس سے غرض اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری مقصود ہے تو یہہ ایک عجیب نعمت ہے پس مسجدوں میں بھی نمازیں پڑھو اور گھروں میں بھی۔

ایسا ہی ایک جگہ کسی کام کے لئے چندہ ہورہا ہو ایک شخص دیکھتا ہے کہ لوگ بیدار نہیں ہوتے اور خاموش ہیں وہ محض اس خیال سے کہ لوگوں کو تحریک ہو سب سے پہلے چندہ دیتا ہے بظاہر یہ ریا ہوگی لیکن ثواب کا باعث ہوگی۔

اسیطرح خداتعالےٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے

لا تمش فی الارض مرحا

زمین پر اکڑ کر نہ چلو

لیکن حدیث سے ثابت ہے کہ ایک جنگ میں ایک شخص اکڑ اکڑ کر اور چھاتی نکال کر چلتا تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھکر فرمایا کہ یہ فعل خداتعالےٰ کو ناپسند ہے لیکن اسوقت اللہ تعالےٰ اسکو پسند کرتا ہے۔ پس

گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

غرض خلق کل پر مومن اور غیر محل پر کافر بنادیتا ہے۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کوئی خلق بُرا نہیں بلکہ بد استعمالی سے بُرے ہوجاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غصہ کے متعلق آیا ہے کہ آپ سے کسی نے پوچھا کہ قبل از اسلام آپ بڑے غصہ ور تھے۔ حضرت عمر نے جواب دیا کہ غصہ تو وہی ہے البتہ پہلے بے ٹھکانے چلتا تھا مگر اب ٹھکانے سے چلتا ہے اسلام ہر ایک قوت کو اپنے محل پر استعمال کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔ پس یہ کبھی کوشش مت کرو کہ تمہارے قوٰی جاتے رہیں، بلکہ ان قوٰی کا صحیح استعمال سیکھو۔

یہہ سب جھوٹے اور خیالی عقائد ہیں جو کہتے ہیں کہ ہماری تعلیم یہہ ہے کہ ایک گال پر طمانچہ کھاکر دوسری پھیر دو۔ ممکن ہے یہہ تعلیم اسوقت قانون مختص المکان یا مختص الزمان کی طرح ہو۔ ہمیشہ کے لئے یہہ قانون نہ کبھی ہوسکتا ہے اور نہ یہہ چل سکتا ہے۔ اسلئے کہ انسان ایک ایسے درخت کی طرح ہے جسکی شاخیں چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں۔ اگر اس کی ایک ہی شاخ کی پرورش کی جاوے تو باقی شاخیں تباہ اور برباد ہوجائیں گی۔

عیسائی مذہب کی اس تعلیم میں جو نقص ہے وہ بخوبی ظاہر ہے اس سے انسان کے تمام قویٰ کی نشوونما نہیں ہوسکتی ہے اگر صرف درگذر ہی ایک عمدہ چیز ہوتی تو پھر انتقامی قوت اسکی قوتوں میں کیوں رکھی گئی ہے؟

اور کیوں پھر اس درگذر کی تعلیم پر عمل نہیں کیا جاتا۔ مگر برخلاف اسکے کامل تعلیم وہ ہے جو اسلام نے پیش کی اور جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو ملی ہے اور وہ یہ ہے۔

جزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفی واصلح فاجره علی الله۔

یعنے بدی کی جزا اسیقدر بدی ہے جو کی گئی ہو لیکن جو شخص گناہ کو بخشدے اور ایسے موقعہ پر بخشدے کہ اس سے کوئی اصلاح ہوتی ہو کوئی شر پیدا نہ ہوتا ہے تو اسکا اجر اللہ تعالے پر ہے۔

اس سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم کا ہرگز یہہ منشا نہیں کہ خواہ نخواہ ضرور ہر مقام پر شر کا مقابلہ نہ کیا جاوے اور انتقام نہ لیا جاوے بلکہ منشاء الٰہی یہہ ہے کہ محل اور موقعہ کو دیکھنا چاہئے کہ آیا وہ گناہ کے بخشدینے اور معاف کر دینے کا ہے یا سزا دینے کا۔ اگر اسوقت سزا دینا ہی مصلحت ہو تو اسقدر سزا دیجاوے جو سزا اوار ہے اور اگر عفو کا محل ہے تو سزا کا خیال چھوڑ دو۔

یہہ خوبی ہے اس تعلیم میں۔ کیونکہ وہ ہر پہلو کا لحاظ رکھتی ہے اگر انجیل پر عمل کر کے ہر شریر اور بدمعاش کو چھوڑ دیا جاوے۔ تو دنیا میں اندھیر مچ جاوے پس تم ہمیشہ یہی خیال رکھو کہ تمام قویٰ کو مردہ مت تصور کرو۔ تمہاری کوشش یہہ ہو کہ محل پر استعمال کرو۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ یہہ تعلیم ایسی ہے جسنے انسانی قویٰ کے نقشہ کو کھینچ کر دکھا دیا ہے مگر افسوس ہے ان لوگوں پر جو عیسائیوں کی میٹھی میٹھی باتیں سن کر فریفتہ ہو جاتے ہیں اور اسلام جیسی نعمت کو ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ صادق ہر حالت میں دوسروں کے واسطے شیریں ظاہر نہیں ہوتا۔ جس طرح کہ ماں ہر وقت بچے کو کھانے کے واسطے شیرینی نہیں دے سکتی بلکہ وقت ضرورت کڑوی دوائی بھی دیتی ہے۔ ایسا ہی ایک صادق مصلح کا حال ہے۔ یہی تعلیم ہر پہلو پر مبارک تعلیم ہے۔ خدا ایسا ہے۔ کہ سچا خدا ہے۔ ہمارے خدا پر عیسائی بھی ایمان لاتے ہیں جو صفات ہم خدا تعالے کے مانتے ہیں۔ وہ سب کو ماننے پڑتے ہیں۔ پادری فنڈر ایک جگہ اپنی کتاب میں لکھتا ہے۔ کہ اگر کوئی ایسا جزیرہ ہو جہاں عیسائیت کا وعظ نہیں پہنچا۔ تو قیامت کے دن ان لوگوں کو کیا سوال ہوگا۔ تب خود ہی جواب دیتا ہے۔ کہ ان سے یہ سوال نہ ہوگا۔ کہ تم یسوع پر اور اس کے کفارہ پر ایمان لائے تھے یا نہ لائے تھے۔ بلکہ ان سے یہی سوال ہوگا کہ کیا تم اس خدا کو مانتے ہو جو اسلام کے صفات ہیں واحد لاشریک ہے۔ اسلام کا خدا وہ خدا ہے کہ ایک جنگل میں رہنے والا فطرتاً مجبور ہے کہ اس پر ایمان لائے۔ ہر ایک شخص کا کانشنس اور نور قلب گواہی دیتا ہے۔ کہ وہ اسلامی خدا پر ایمان لائے۔ ہم حقیقت اسلام کو اور اصل تعلیم کو جس کی تفصیل کیگئی آج کل کے مسلمان بھول گئے ہیں۔ اور اسی بات کو پھر قایم کر دینا ہمارا کام ہے۔ اور یہی ایک عظیم الشان مقصد ہے۔ جس کو لے کر ہم آئے ہیں۔

ان امور کے علاوہ جو اوپر بیان کئے گئے اور بھی علمی اعتقادی غلطیاں مسلمانوں کے درمیان پھیل رہی ہیں۔ جن کا ادا کرنا ہمارا کام ہے۔ مثلاً ان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ اور اس کی ماں مس شیطان سے پاک ہیں اور باقی سب انبیاء نعوذ باللہ پاک نہیں ہیں یہ ایک صریح غلطی ہے۔ بلکہ کفر ہے اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت اہانت ہے۔ ان لوگوں میں ذرہ بھی غیرت نہیں۔ جو اس قسم کے مسائل گھڑ لیتے ہیں اور اسلام کو بے عزت کرنے کی کوشش کرتے ہیں یہ لوگ اسلام سے بہت دور ہیں۔ اصل میں یہہ مسئلہ اس طرح سے ہے۔ کہ قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ پیدائش دو قسم کی ہوتی ہے ایک مس روح القدس سے اور ایک مس شیطان سے تمام نیک اور راستباز لوگوں کی اولاد مس روح القدس سے ہوتی ہے اور جو اولاد بدی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ وہ مس شیطان سے ہوتی ہے تمام انبیاء مس روح القدس سے پیدا ہوئے تھے۔ مگر چونکہ حضرت عیسیٰ کے متعلق یہودیوں نے یہ اعتراض کیا تھا۔ کہ وہ نعوذ باللہ ولد الزنا ہیں اور مریم کا ایک اور سپاہی پنڈارا نام کے ساتھہ تعلق ناجائز کا ذریعہ ہیں۔ اور مس شیطان کا نتیجہ ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالے نے ان کے ذمہ سے یہ الزام دور کرنے کے واسطے ان کے متعلق یہ شہادت دی تھی۔ کہ ان کی پیدائش بھی مس روح القدس سے تھی چونکہ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیا کے متعلق کوئی اس قسم کا اعتراض نہ تھا۔ اس واسطے ان کے متعلق ایسی بات بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ ہمارے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے والدین عبداللہ اور آمنہ کو تو پہلے ہی سے ہمیشہ عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اور ان کے متعلق ایسا خیال و گمان بھی کبھی کسی کو نہ ہوا تھا۔ ایک شخص جو مقدمہ میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ تو اسکے واسطے صفائی کی شہادت کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن جو شخص مقدمہ میں گرفتار ہی نہیں ہوا۔ اس کے واسطے صفائی شہادت کی کچھہ ضرورت ہی نہیں۔

ایسا ہی ایک اور غلطی جو مسلمانوں کے درمیان پھیلی ہوئی ہے۔ وہ معراج کے متعلق ہے۔ ہمارا ایمان ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوا تھا۔ مگر اس میں جو بعض لوگوں کا عقیدہ ہے کہ وہ صرف ایک معمولی خواب تھا سو یہ عقیدہ غلط ہے اور جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ معراج میں آنحضرت اسی جسد عنصری کے ساتھہ آسمان پر چلے گئے تھے سو یہ بھی غلط ہے بلکہ اصل بات اور صحیح عقیدہ یہہ ہے کہ معراج کشفی رنگ میں ایک نورانی وجود کے ساتھہ ہوا تھا۔ وہ ایک وجود تھا۔ مگر نورانی اور ایک بیداری تھی۔ مگر کشفی اور نورانی جسکو اس دنیا کے لوگ نہیں سمجھہ سکتے مگر وہی جن پر وہ کیفیت طاری ہوئی ہو۔ ورنہ ظاہری جسم اور ظاہری بیداری کے ساتھہ آسمان پر جانے کے واسطے تو خود یہودیوں نے معجزہ طلب کیا تھا جس کے جواب میں قرآن شریف میں کہا گیا تھا **قل سبحان ربی هل کنت الا بشرا رسولا** کہدے میرا رب پاک ہے میں تو ایک انسان رسول ہوں۔ انسان اس طرح اڑ کر کبھی آسمان پر نہیں جاتے۔ یہی سنت اللہ قدیم سے جاری ہے

ایک اور غلطی اکثر مسلمانوں کے درمیان ہے کہ وہ حدیث کو قرآن شریف پر مقدم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ غلط بات ہے قرآن شریف ایک یقینی مرتبہ رکھتا ہے۔ اور حدیث کا مرتبہ ظنی ہے۔ حدیث قاضی نہیں بلکہ قرآن اس پر قاضی ہے۔ ہاں حدیث قرآن شریف کی تشریح ہے۔ اس کو اپنے مرتبہ پر رکھنا چاہئے۔ حدیث کو اس حد تک ماننا ضروری ہے۔ کہ قرآن شریف کے مخالف نہ پڑے۔ اور اسکے مطابق ہو لیکن اگر اس کے مخالف پڑے۔ تو وہ حدیث نہیں بلکہ مردود قول ہے لیکن قرآن شریف کے سمجھنے کے واسطے حدیث ضروری ہے۔ قرآن شریف میں جو احکام الٰہی نازل ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ان کو عملی رنگ میں کر کے اور کرا کے دکھا دیا اور ایک نمونہ قایم کر دیا۔ اگر یہ نمونہ نہ ہوتا۔ تو اسلام سمجھہ میں نہ آسکتا لیکن اصل قرآن ہے۔ بعض اہل کشف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے براہ راست ایسی احادیث سنتے ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتیں۔ یا موجودہ احادیث کی تصدیق کر لیتے ہیں۔

غرض اس قسم کی بہت سی باتیں ہیں۔ جو کہ ان لوگوں میں پائی جاتی ہیں۔ جن سے خدا تعالے ناراض ہے اور جو اسلامی رنگ سے بالکل مخالف ہیں اس واسطے اللہ تعالے اب ان لوگوں کو مسلمان نہیں جانتا جب تک کہ وہ غلط عقائد کو چھوڑ کر راہ راست پر نہ آجاویں اور اس مطلب کے واسطے خدا تعالے نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں ان سب غلطیوں کو دور کر کے اصلی اسلام پھر دنیا پر قایم کروں۔

یہ فرق ہے ہمارے درمیان اور ان لوگوں کے درمیان۔ ان کی حالت وہ نہیں رہی۔ جو اسلامی حالت تھی یہ مثل ایک خراب اور نکمے باغ کے ہو گئے ان کے دل ناپاک ہیں۔ اور خدا تعالے چاہتا ہے کہ ایک نئی قوم پیدا کرے جو صدق اور راستی کو اختیار کر کے سچے اسلام کا نمونہ ہو۔ فقط۔

قرآن کریم کی ایک نئی کرامت

جسقدر علم بڑھتا ہے علمی مباحث کو ترقی ہوتی ہے اور معلومات وسیع ہوتے ہیں۔ علماء پر کھلتا جاتا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم فلاح دینی و دنیوی کے لئے بہترین تعلیم ہے۔ قرآن کریم نے دیکھا کہ مائیں اپنے بچوں کو خود بہت کم دودھ پلاتی ہیں لہذا انھیں ترغیب کے ساتھہ ہدایت کی کہ "مائیں اپنے بچوں کو دودھ پلایا کریں" لیکن اکثر عورتوں نے یہ ہدایت قبول نہیں کی اور بچوں کو بخیال نخوت و خودداری اور لطف صحبت کی خواہش کے دودھ پلانے والیوں پر چھوڑ رکھا تاکہ دودھ کے لئے لڑکوں کے رونے سے رات کو انکی آسائش میں خلل نہ واقع ہو۔ علمای عمران اور طبیبوں نے اس مسالہ کی تحقیقات کرنا شروع کی ہے (ملاحظہ ہو الہلال نمبر) بڑی کاوش کے بعد پتہ چلتا ہے کہ جس قوم کے بچے اپنی ماؤں کے آغوش میں تربیت پاتے ہیں اور انہی کے دودھ سے پلتے ہیں وہ بہ نسبت دوسروں کے زیادہ صحیح البدن و قوی الجسم ہوتے ہیں۔ جرمنی کے ڈاکٹروں نے اپنے ملک میں اس کی اچھی طرح سے تحقیقات کی تو معلوم ہوا کہ وہ لڑکے جو اپنی ماؤں کے دودھ سے نہیں پلتے ہیں ان کی موتیں بہ نسبت ان لڑکوں کے جو اپنی ماؤں کے دودھ سے پلتے ہیں، بیس گونہ زیادہ ہوتے ہیں ناسدے میں اسکے متعلق جو شمار ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جن خاندانوں میں کہ لڑکے اپنی ماؤں کی گود میں پلتے ہیں" مدافعہ و مقابلۂ امراض کی ان میں زیادہ قوت ہوتی ہے۔ یہ قرآن کریم حکیم کی ایک نئی حکمت و کرامت ہے، جسقدر اس کے مباحث میں تدقیق سے نظر کی جائے اسکی ہر شاخ و برگ کی لطافت بڑھتی جائیگی مشرقی اقوام میں جن میں دستور ہے کہ مائیں اپنے بچوں کو خود دودھ پلاتی ہیں اس فلسفی تعلیم کا بخوبی اثر ظاہر ہوا اسلئے کہ سال اول تمام ہونے کے قبل جسقدر بچوں کی موتیں ہوتی ہیں ان کی اوسط فی ہزار ایک سو ہے، حال آنکہ انگلستان میں فی ہزار ۱۵۴ اور جرمنی میں فی ہزار ڈہائی سو بچے مرتے ہیں۔

درخواست جنازہ

چودہری عبدالسلام صاحب کانگڑہ کی والدہ صاحبہ چند روز ہوئے فوت ہو گئی ہیں۔ مرحومہ کا جنازہ پڑہا جاوے۔ اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی جاوے۔

وکیل اور کفر کی حمایت

(انا للہ و انا الیہ راجعون)

میں دیکھتا ہوں کہ وہی اخبار وکیل (جو اس سے پہلے مذہبی بحث سے اپنے آپ کو الگ رکھنا چاہتا تھا) اب خصوصیت سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی مخالفت میں اپنا وقت اور محنت صرف کرنا چاہتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے یا تو اسکے خیال میں مسلمانوں کی ترقی اور فلاح کی یہہ تدبیر باقی رہ گئی تھی اور یا اسکی اپنی ترقی کا یہہ زبردست ذریعہ ہے کہ وہ خدا تعالےٰ کے قایم کردہ سلسلہ سے ٹکر مارے۔ میں اخبار وکیل کے مالک اور خیالی ایڈیٹر منشی غلام محمد صاحب کو اس کام کے لئے مبارکباد نہیں دے سکتا۔ اسلئے کہ اس سے پہلے بہت سے ناعاقبت اندیش اس مشق کو لیکر اٹھے اور انہوں نے سلسلہ عالیہ کی مخالفت میں رات دن برابر کر دے۔ مگر آخر وہ تھک کر رہ گئے اور اس سلسلہ کے سرسبز کھیت کی کھاد بن کر بیٹھ گئے۔ اسطرح پر مجھے یقین کامل ہے کہ وکیل کی تحریریں انشاء اللہ العزیز اس سلسلہ کی مخالفت میں ہمارا کچھہ بگاڑ نہ سکیں گی۔ البتہ اسکی اگر کوئی وقعت ہے تو اسکو دور کر کے رہیں گی۔ میں وکیل کی تحریروں پر انشاء اللہ العزیز سلسلہ وار نوٹس لونگا محض اسلئے کہ وکیل عامیانہ مذاق کا اخبار نہیں ہے۔

۹ - جون کے وکیل میں وفات مسیح کے عنوان سے ایڈیٹر صاحب نے ایک نوٹ لکھا ہے جسکو بجنسہٖ درج کرتا ہوں اور پھر اسپر مناسب ریمارک کرونگا تاکہ ایڈیٹر صاحب کو یہہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ میری تحریر کو چھوڑ دیا گیا ہے۔ اسی طرح پر اگر وہ اسپر کچھہ لکھیں تو انکا اخلاقی اور مذہبی فرض ہے کہ وہ میری اس تحریر کو بالکل کماسنت درج کریں + وہ نوٹ یہہ ہے:-

وفات مسیح مرزا صاحب قادیانی ڈاکٹر عبد الحکیم کو لکھتے ہیں کہ:-

"محض اقرار توحید نجات کے لئے کافی نہیں ہے۔ یہ عقیدہ ایک سخت گمراہ شخص سید احمد خان کا تھا" قطع نظر اس بحث کے کہ تمام انبیاء کی بعثت کا اصلی مقصد اشاعت توحید تھا یا اور کچھہ؟ اور یا اہل الکتاب تعالوا الیٰ کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ جو بانی اسلام کی آواز تھی - اسکا کیا مفہوم ہے؟ دیکھنا یہ ہے - کہ کیا واقعی مرزا صاحب (مانتے ہیں) سید احمد خان کی گمراہی اور ضلالت پر یقین کامل رکھتے ہیں کونسا سید احمد خان؟ وہ ہی سید احمد خان جو متاخرین اسلام میں پہلا شخص ہے جس نے وفات مسیح کے مبہم مسئلہ پر روشنی ڈالی - وہ ہی سید احمد خان - جو عالم دنیائے اسلام میں پہلا شخص ہے جسنے پہلے پہل یہ بتلایا کہ رفع مسیح کا خیال قرآن مجید سے ماخوذ نہیں ہے - ہاں! وہ ہی گمراہ سید احمد خان جسنے اوّل اوّل اسلامی دنیا کو بتلایا کہ تفسیر کشف الاسرار کا مصنف بعض اکابر معتزلہ اور قدما میں بعض محقق علماء رفع مسیح کے قایل نہیں ہیں - وہ ہی سید احمد خان جسکی فطری اجتہادی قوت کے نتائج سے "وضع الشیء علیٰ غیر محلہ" کے اصول پر دمشق کے مشرقی برج کی بارقی کے مجدد نے فائدہ اٹھایا - اور عیسیٰ کی وفات کو ثابت کر کے زید نے دعوے کر دیا کہ عیسیٰ میں ہوں پس کیا اپنے محسن - اپنے معلم - اپنے ہادی کی گمراہی پر یقین رکھنے کے لئے مرزا صاحب آمادہ ہیں؟ - کیا انکا نفس اجازت دیتا ہے کہ اس شخص کی ضلالت پر زور دیں جسکی تحقیق کی تقلید انکے تمام دعاوی کا سنگ بنیاد - اور تمام دلائل میں عروۃ الوثقیٰ ہے؟ ہاں ہم مرزا صاحب سے ایک سوال کرینگے اور انکا فرض ہے کہ وہ اسکا جواب دیں - یہ سوال کمال ادب و شائستگی کیا جائے گا اور جواب کے بھی اسی طرح متوقع رہینگے۔

"مرزا صاحب اپنی تحریروں میں اپنا ئے قرآن پر حیرت ظاہر کرتے ہیں کہ حضرت [illegible] مسئلہ روز روشن کی طرح [illegible] ہیں وہ اقرار کر لیتے آنجناب [illegible] مثیل مسیح نہیں گو یا حضرت کے نزدیک وفات مسیح کا ثابت کرنا اس امر کے لئے مستلزم ہے کہ مرزا غلام احمد مثیل مسیح ہیں - اور عیسیٰ کی موت کا تحقق ہو جانا اس امر کی دلیل ہے کہ زید مہدی ہے - پس جس شخص نے آپکے ظہور سے بہت پہلے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہو - اور بالاعلان وفات مسیح کا دعوے کیا ہو کیا وہ آپ کا محسن نہیں ہے؟ کیا اسنے ایک ایسی بڑی دلیل آپ کی مہدویت کی نہیں پیش کر دی - جسکا ثابت ہونا آپکی مسیحیت کا اقرار کرنا ہے؟ آپ لکھتے ہیں کہ "کسر صلیب" کی پیشینگوئی پوری ہو گئی - کیونکہ میں نے مسیحی دنیا کے خدا کو مردہ ثابت کر دیا - پس اس بنا پر جس شخص نے آپسے پہلے عیسائیوں کے خدا کی موت کا دعوے کیا ہے کیا وہ "کسر صلیب" کی پیشینگوئی کا مصداق نہیں ہو سکتا؟ "کسر صلیب" مہدی موعود کا اصلی مقصد اور عظیم الشان مشن ہے - پس کیا آپ سے پہلے کسی مدعی وفات مسیح نے اس غرض کو پورا نہیں کر دیا؟ اور کیا وہ "الفضل للمتقدم" کے اصول پر آپ سے زیادہ تحسین اور تعریف کا مستحق نہیں ہے؟"

آہ! سید احمد خان! تجھہ کو گمراہ کہنے کی وہ شخص جرأت کرے جو تیرے خوان تحقیق و اجتہاد کا ایک ادنیٰ ذلہ ربا ہے - ہاں وہ ہے کے ذلہ ربا وہ ہیں جو آج یورپ اور مصر و شام میں دعوے اجتہاد کر رہے ہیں۔

ایڈیٹر صاحب کے اس نوٹ میں مندرجہ ذیل امر قابل بحث ہیں۔

اوّل - وکیل کی رائے میں بھی محض اقرار توحید نجات کے لئے کافی ہے؟

دوم - حضرت اقدس مسیح موعود (معاذ اللہ) سید احمد خان صاحب الجہانی کے ذلہ ربا ہیں کیونکہ وفات مسیح کا مسئلہ انہیں کا پیش کیا ہوا ہے؟

اور بھی کئی باتیں ہیں جنپر کافی بحث ہو سکتی ہے مگر میں اسوقت صرف ان دو ہی پر کلام کرونگا۔ ایڈیٹر صاحب نے جیسا کہ ان کے نوٹ سے ظاہر ہے صرف اسی فقرہ پر یہہ نوٹ لکھا ہے۔ "محض اقرار توحید نجات کیلئے کافی نہیں ہے" اور ایڈیٹر صاحب نے اسکو رد کرنا چاہا ہے لیکن قابل غور یہہ امر ہے کہ کیا یہہ عقیدہ فی الحقیقت نجات کے لئے کافی ہے یا نفس الامر میں گمراہی ہے۔ میں نہایت افسوس سے ظاہر کرتا ہوں کہ وہ قابل قدر گوہر حکمت جو حضرت مسیح موعود نے پیش کیا تھا اوس کو رد کر کے ہی اخبار وکیل کا ایڈیٹر اور مالک مسلمان اور مسلمانوں کی درماندہ قوم کا ناخدا اور وکیل ہے - کس قدر اندھیر اور ظلم ہے اور مسلمانوں کی آنکھوں پر کیسی پٹی اور پردہ ہے کہ وہ اپنے دوست اور دشمن میں تمیز نہیں کر سکتے۔ اگر یہہ عقیدہ صحیح ہے کہ نجات کے لئے **محض اقرار توحید کافی ہے** تو مسلمانو! خدا لگتی بات کہو پھر **نبوت اور رسالت کی کیا حاجت؟** یہہ عقیدہ تمہارے اندر پھیلا کر کیا تمہیں بے دین اور گمراہ نہیں بنایا جاتا؟ اور اسپر بھی اسکو ہدایت اور رشد بتایا ہے! تعصب اور عداوت کا برا ہو کہ وہ ہنر کو عیب بتا رہی ہے - حضرت اقدس کا یہ ارشاد تو اس قابل تھا کہ آب زر سے لکھا جاتا مگر مسلمانوں کا نادان وکیل انہیں زہر کا پیالہ پلا رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں آب حیات دیتا ہوں۔ کوئی انصاف پسند دل لیکر سوچے کہ اگر **محض توحید کا اقرار** جس سے عملی قوت بھی نشو و نما نہیں پا سکتی نجات کے لئے کافی ہے - تو پھر کیوں کھلے الفاظ میں نہیں بتایا جاتا کہ ایک زانی - بدکار - فاسق - فاجر - چور - ڈاکو - غرض ہر قسم کے عیب کرنے والا انسان محض یہہ کہکر کہ **خدا ایک ہے** نجات پالیگا - کیا اس سے عام امن انسانی کو خطرناک صدمہ پہونچانے کی سعی نہیں کی - میں بحمد اللہ دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کوئی **مسلمان** بھی جو **قرآن کریم** کو خدا تعالےٰ کی کامل اور آخری کتاب یقین کرتا ہے اخبار وکیل کی اس رائے کو نہیں مان سکتا - بلکہ یہ صریح الحاد اور **کفر بالرسالت** ہے - مسئلہ نبوت کے استیصال کی کوشش کر کے اپنے آپ کو مسلمانوں کی حمایت کا مدعی قرار دیا جاتا ہے - اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ **وکیل** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لانا ضروری نہیں سمجھتا - ورنہ وہ ایسی جلی اور بے باکی کے ساتھ ایسی بات منہ سے نہ نکالتا۔

اخبار اہلحدیث - جو سلسلہ عالیہ کا وکیل سے بڑھکر دشمن اور مخالف ہے - اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے اسے بھی یہی کہنا پڑا کہ اس مسئلہ میں جمہور کا **خیال مرزا صاحب کے ساتھ ہوگا** مگر وکیل کے **صوفی صافی ایڈیٹر صاحب** نے مسلمانوں کو نبوت و رسالت چھوڑ اعمال صالحہ سے بھی نجات دیدی - اور اسکے دوسرے الفاظ میں یہہ معنے ہیں کہ جو چاہو کرو اور عیسائیوں کے کفارہ کی طرح ایک خدا کا اقرار کافی ہے - ایسی **کھلی گمراہی** کے پھیلانے میں جو شخص مدد دے [illegible] کہ مسلمان اسکی [illegible] نظر سے دیکھیں - [illegible] اور قرآن کریم کی حمایت کے [illegible] ہے کہ [illegible] ہے کہ ایڈیٹر سے **توبہ** کرائیں کہ ان کے گھر میں ان کی وکالت کا مدعی ہو کر وہ **کفر کی بولیاں بولنے** لگا ہے اور مسلمانوں کو مسلمان کہلا کر وہ تعلیم دینا چاہتا ہے جو سخت گمراہی ہے۔

اور ایڈیٹر صاحب نے چونکہ سر سید احمد خان کے عقیدہ کو ڈیفنڈ کیا ہے اور گویا تسلیم کر لیا ہے کہ سید صاحب کا یہہ عقیدہ تھا اس صورت میں میں **ایڈیٹر وکیل** سے ہی پوچھونگا کہ کیا جس شخص کا [illegible] ہو وہ **مسلمان کہلائیگا یا گمراہ**۔

وکیل کا فرض ہے کہ وہ اپنی پوزیشن کو صاف کرے اگر اس میں ذرا بھی نور اسلام اور انصاف اور حیا باقی ہے تو وہ صاف الفاظ میں اپنی [illegible] اور سخت غلطی کو تسلیم کر لے گا - ورنہ وہ بتائے کہ کیا اسکے نزدیک برہمو - آریہ اور دوسرے [illegible] جو اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں - وہ بھی نجات کے حق دار ہیں؟

وکیل جب تک اپنی پوزیشن کو صاف نہ کرے مسلمانان معاصرین کا فرض ہے کہ وہ [illegible] کو آگاہ کریں کہ وہ ایسے نادان دوست سے [illegible] کریں اور وہ لوگ جو سلسلہ کی مخالفت کے [illegible] ہیں اس وقت اپنے اخلاقی فرض اور [illegible]

سے، عام ... کو آگاہ کرینا کہ یہہ کیسا بدبودار اور خطرناک مسئلہ اخبار وکیل نے مسلمانوں میں پہیلانا چاہا ہے۔

میں اس کا جواب پڑہ لینے کے بعد قرآن کریم کی آیات بینات سے ثابت کرونگا بحولہ تعالے کہ محض اقرار توحید کچہہ شئے نہیں۔ جبتک کہ اقرار رسالت نہو بلکہ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اللہ تعالے کی ہستی اور اسکی توحید کا اقرار پیدا ہی نہیں ہو سکتا جب تک رسالت پر ایمان نہو۔

اب میں امر دوم پر کچہہ نظر کرنی چاہتا ہوں کہ **وفات مسیح** کا مسئلہ پر سر سید ہی نے روشنی ڈالی ہے اس مقام پر بھی میں عام مسلمانوں کی خدمت میں یہ اپیل کرنا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اخبار وکیل کے ایڈیٹر سے اسکی **پوزیشن** اور **اعتقاد** کو صاف کرائیں اور صاف الفاظ میں اپنا عقیدہ ظاہر کرے تاکہ اسکو بہی اور اس کے خریداروں کو بہی معلوم ہو کہ کفر اور اسلام کی کیا حقیقت ہے۔

ایڈیٹر وکیل اپنا اعتقاد صاف طور پر لکھے کہ **کیا وہ مسیح کو مردہ یقین کرتا ہے؟** جس طرح کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پیش کرتا ہے یا اس کے اپنے ہی مذاق پر یہہ بہی زندہ بجسد العنصری آسمان کو اٹہا ہے۔ یا وہ انکو **مرکر دوبارہ دنیا میں** آئیگا؟ یہ مسئلہ کی بابت تو اس نے لکہدیا ہے کہ مسیح کی موت کے قایل ہیں اور ان کی دوبارہ آمد کے قایل نہیں۔

مگر لطف تب ہوگا جب ایڈیٹر وکیل بہی کہول کر لکہے گا۔ اس سے مسلمانوں کو بڑا فایدہ پہونچیگا۔ اگر یہہ غلط عقیدہ ہے تو مسلمانوں پر اسکی غلطی کہل جائیگی اور یا وہ ایڈیٹر صاحب وکیل کو ہوش کی دوا پلائینگے۔ اس سے وکیل کی اخلاقی جرأت کا بہی اندازہ ہو جاوے گا۔

اسکے بعد یہہ ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سر سیّد اور جناب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مسئلہ وفات مسیح کے بیان کرنے میں کیا فرق ہے؟ میرا خیال نہیں یقین ہے کہ **منشی غلام محمد صاحب مشتہر ایڈیٹر وکیل** نے حضرت مرزا صاحب کی تصنیفات کو نہیں پڑہا۔ اور ایسا ہی ان کی اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سید کی تصنیفات کو بہی ملاحظہ نہیں کیا یہہ صرف سُنی سُنائی بات لکہدی ہے ورنہ وہ ایسی ...... کمزور بات منہ سے نہ نکالتے اور اپنے وقیع اخبار کو ذلیل نکرتے۔

مجہے اس امر کا اعتراف ہے کہ سیّد صاحب نے مسئلہ وفات مسیح پر بحث کی ہے اور وفات مسیح کا اعتراف کیا ہے لیکن یہہ کہناکہ حضرت مرزا صاحب نے محض سیّد صاحب کے تتبع سے یہ بات لکہی ہے اور بے بنیاد ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ حضرت اقدس نے سید کی وہ کتاب دیکہی ہی نہو گی۔ لیکن صرف کسی شخص کے یک حق امر کے بیان کرنے سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ دوسرا جو اسی امر حق کو بیان کرے وہ پہلے کی نقل کرتا ہے۔

منشی فاضل صاحب! مجہے آپ کی اس تحریر پر سخت افسوس اور ہنسی آتی ہے کہ یہہ کیسی طفلانہ بات آپکے منہ سے نکلتی ہے آپ تو **صوفی** کہلاتے ہیں اور صوفی تو بہت ہی باریک بین اور فلسفی ہوتے ہیں کیا آپ نہیں جانتے کہ **صداقت آخر صداقت** ہے۔ وہ اول ہی صداقت اور آخر ہی صداقت ہر صداقت کو اسکے صدق کے لحاظ سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ نہ اس لحاظ سے کہ زید نے اول بیان کیا اور بکر نے بعد میں۔

مجہے اندیشہ ہوتا ہے کہ اس قسم کے اعتقادات آپکو قرآن کریم کی نسبت شبہ میں نہ ڈالیں کیا آپ نے **ینابیع الاسلام** نام کتاب نہیں دیکہی جس میں ظالم طبع معترض نے قرآن کریم جیسی روشن اور بلیغ کلام کو توریت اور طالمود وغیرہ کتابوں کے مضامین کا خلاصہ قرار دیا ہے۔ اور خود قرآن مجید میں **اساطیر الاولین** کہنے والوں کے گروہ میں سے ... ہے قرآن کریم کی **شان** لیکن شاید آپ کے نزدیک الفضل سبقہ کے لغو فقرے کے موافق وہ کتابیں قرآن کریم سے افضل اور اعلیٰ ہوں۔ **آہ! اے نادان وکیل! دیکہو آپ ایک راستباز پر حملہ کرتے اور اس کی طرف لپکتے ہیں مگر نہیں دیکہتے کہ وہ تیر کہاں جاکر لگتا ہے!!!**

آپ خدا کے برگزیدہ مسیح پر حملہ نہیں کرتے بلکہ پہلے سارے راستبازوں اور برگزیدوں اور پہر برگزیدوں کے برگزیدہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی **مہیمن وحی** پر **حملہ آور** ہوتے ہیں اور دعویٰ **وکالت اسلام!** شرم

سنو اور خوب کان کہول کر سنو!

والفضل بالخیرات لا بزمان

تقدم زمانی کی وجہ سے ہی فضیلت نہیں ہوا کرتی۔ اور یقیناً نہیں ہوا کرتی۔ اگر یہی بات ہوتی تو پہر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو **افضل الرسل** بہی یقین نہیں کرنے ہونگے۔

سیّد صاحب کا مسئلہ وفات پر کچہہ لکہنا نہ لکہنے کے برابر ہے۔ جن لوگوں نے سیّد صاحب کی تصنیفات کو پڑہا ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ سیّد صاحب کے اس ناکافی اور ناتمام بحث وفات مسیح کو حضرت مسیح موعود کے عالی پایہ بیان وفات مسیح سے کچہہ بہی نسبت نہیں۔ سید صاحب کو اگر اس وجہ سے فضیلت ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے لکہا ہے تو شاید یورپ کے فلاسفروں کو انپر بہی فضیلت ہوئی معلوم نہیں۔ ان سے بہت عرصہ پہلے یورپ کے فلاسفروں نے بہی رائے ظاہر کی تہی۔ اور **فضلاء یورپ** کی کتابیں اس بارہ میں موجود ہیں۔ اگر آپ انکار کرینگے تو بعض مسائل کے متعلق میں ان کتابوں کے حوالجات ایسے دونگا جنکا بالکل ترجمہ ہی ترجمہ ہے۔

اس مقام پر میں اپنے محسن و مخدوم حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب رضی اللہ عنہ کی ایک تحریر سے کچہہ حصّہ نقل کرنا ضروری سمجہتا ہوں جس میں انہوں نے اس مسئلہ وفات **مسیح** پر سید اور **حضرت مسیح موعود** کے متعلق بحث کی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

سر سیّد نے بھی توفّی کے متعلق بحث کی اور حضرت مرزا صاحب نے بھی۔ مگر اصل اصول کی طرف خیال کیا جائے۔ تو **سر سیّد** کی بحث اور مرزا صاحب کی بحث میں زمین آسمان کا فرق ہے سر سیّد کی بحث صرف اسی حد تک ہے کہ جس طرح ایک حکیم فلسفی مزاج بحث کرتا ہے اور عادتاً بلا جوش و اشتعال و جذبۂ مذہبی کے قانون بیان کر دیتا ہے ... ایک مسلّمہ شدہ بات کو چونکہ سر سیّد اس قانون قدرت کے اصول کو اپنے نزدیک مانے ہوئے تہے جو ان کے نزدیک مشاہد و معائن تہا۔ اس لئے انہوں نے اضطراراً وفات مسیح کے متعلق بحث کی نہ بحیثیت قرآن شریف اور اس نیت سے کہ اس اصول کی بنا پر مسیح کی **الوہیت** کے کہپا دینے والے مسئلہ کی بیخ کنی کیجائے اور پھر کفارہ و صلیب کا قلع و قمع کیا جائے اور سچے تقوےٰ و طہارت کو دنیا میں قایم کیا جائے۔ پہر سر سید کی وہ کتاب جس میں انہوں نے اس مسئلہ کے متعلق گفتگو کی۔ ایسی شایع و ذائع بہی نہیں ہوئی۔ خود انکا اقرار موجود ہے کہ ہماری کتابیں سو آدمیوں میں ہی شایع نہیں ہوئیں اور ۱۰۰ آدمیوں کے دائرہ سے ہی باہر نہیں گئیں۔ اصل یہ ہے کہ **سر سیّد** کے ہم خیالوں کا یہہ **شایع شدہ اصول** ہے کہ مذہبی جہگڑوں میں پڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس سے قوموں میں بغض و کینے اور فساد پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ سر سیّد میں الٰہی جوش نہ تہا اور نہ مامور من اللہ تہے اور صرف معمولی تحریکات کے نیچے آکر مذہب کے متعلق بحث کیا کرتے۔ اس لئے فطرتاً ان کو ایسی ہمدردی اور ایسا جوش (اسلام) کیساتہ نہیں ہو سکتا تہا۔ جو ایک **مامور من اللہ** اور **سچے مجدّد** کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔

اصل یہہ ہے کہ **مسیح کی وفات** کا مسئلہ ایک چہوٹا سا مسئلہ نہیں تہا۔ جس کو معمولی طور پر بیان کرکے **چشم پوشی** کیجاتی جس نے غور نہیں کی وہ اسے معمولی سمجہتا ہے۔ مگر سچ یہہ ہے کہ صلیب کی ساری **بنیاد یہی** مسئلہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے قطعی براہین اور حتمی دلائل کے ساتہہ یہہ ثابت کرکے کہ مسیح بھی اور رسولوں کی طرح ایک **بشر رسول** تہا اور اسی طرح **مر گیا** جس طرح اور انبیاء مر گئے **صلیبی مذہب کی ٹانگ توڑ دی**۔ اور پھر کیسی توڑی؟ کہ اس مسئلہ کے متعلق کتابوں پر کتابیں۔ رسالوں پر رسالے لکہتے چلے گئے اور لکہتے چلے جاتے ہیں اور انکو کوئی خوف اور کوئی دہمکی امر حق کے بیان کرنے سے روک نہیں سکتی۔ ساری دنیا اوں کے پیچہے پڑ گئی **لعنت ملامت۔ کفر کے فتوے۔ قتل کی دہمکیاں۔ اقدام قتل کے مقدمے۔ جان و مال اور عزت پر حملے** یہہ سب کچہہ کیا گیا۔ مگر وہ **مرد میدان اور شیر نر** دا اپنے کام سے ذرا نہیں ہٹا اور نہ دبہا ہوا جو ایک **مامور من اللہ اور منجانب اللہ** ہونے کی ایک **صریح دلیل** ہے **الاستقامت فوق الکرامت**۔

سر سیّد میں ایک حد تک اہل اسلام کی ہمدردی کا جوش تو تہا مگر وہ حقانی انتقالی اور الٰہی جوش جو ماموران الٰہی کا خاصہ ہوتا ہے اور جسکی وجہ سے خدا کے مامور **ناکامی** اور **یاس** کا لفظ تک زبان پر لانا نہیں جانتے۔ وہ ہرگز نہ تہا۔ دیکہو ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد **سر سیّد** نے رکہی۔ اس بنا پر کہ مسلمانوں کے حق میں اس سے زیادہ اور کوئی مفید تدبیر نہیں۔ کہ انہیں تعلیم اعلےٰ کیطرف مائل کیا جائے اور اس مقصد کے سر انجام کیلئے انہوں نے اپنی تمام **عقل اور ہمت** و فراست کا نتیجہ یہہ کانفرنس تجویز کی۔ چند سال تک اسکو چلا کر آخر ۹۳ء میں بڑی یاس اور حسرت کے ساتہہ اس کا **جنازہ پڑہ دیا**۔ یہ بات یونہی سرسری نظر سے دیکہے جانے اور استخفاف سے ٹال دینے کے قابل نہیں۔ اس میں بھی ایک رمز مخفی ہے کہ سیّد صاحب میں وہ فطری اور جبلی اور قدرتی **فاسلکی سبل ربک ذللا** والا جوش نہ تہا اور نہ کبھی سنا گیا ہے کہ خدا کا

ماموران حقیقی جو باوجود قوم کی بے اتفاقی اور کفران نعمت کے اپنے امر مفوضہ سے دستکش ہوجاتے ہیں۔ یعقوب اپنے بیٹوں کو حکم دیتا ہے کہ لا تیئسوا من روح اللہ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون۔

یاس اور قنوط محبوبوں کی سرسری اور سطحی کوششوں کا آخری نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ اسلام اور مسلمانان زندہ اسلام اور زندہ قوم مسلمانان اور اُن کی زندہ کتاب اور اُن کا زندہ غیر فانی بیت الحرام اور زندہ نمونہ مدینہ طیبہ میں مرقد مبارک رسول خدا کا ہے پھر جو شخص اتنی زندگیوں کے ہوتے ہوئے اس زندہ شے پر جنازہ پڑھ دے۔ اُسکی بصارت یا بصیرت کی نسبت ہم کیا کہیں۔ اصل یہہ ہے کہ مجاہدات سے کبھی نہ اکتانا اور یاس کے کسی محاورہ کو زبان پر نہ لانا یہہ ماموران الٰہی ہی کا خاصہ ہے جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے اور جس میں دل ہو وہ سمجھے۔

اس کے برخلاف حضرت مرزا صاحب کے استقلال۔ استقامت اور عزم کا اور ہی رنگ ہے۔ اُن کا حقانی جوش۔ سچا اشتعال۔ فوق العادۃ استقلال۔ اُنکو یاس اور قنوط کا لفظ زبان پر لانے نہیں دیتا۔ خدا تعالے کی طرف سے جس بات کے لئے وہ مامور اور حکم ہوکر آئے ہیں۔ اُس فرض کے پورا کرنے میں اُن کو کوئی مزاحمت و مخالفت انکو دھیما نہیں کر سکتی کسی طرح اُنکے عزم میں جنبش نہیں ہو سکتی نومیدی اور یاس کا لفظ وہ جانتے ہی نہیں۔ وہ اپنے دھن کے ایسے پکے ہیں کہ جس بات کے پیچھے پڑے۔ جس بات کا بیڑا اُٹھایا۔ اُس کے اظہار میں انہیں کسی لائم کی ملامت کسی لاعن کی لعنت کا ہرگز خوف نہیں۔ نہ کسی قسم کی نومیدی اُن کے پاس پھٹک سکتی ہے۔ مسئلہ توفی ہی کی طرف غور کرو۔ اس مسئلہ کے اظہار میں اپنے بیگانے چھوٹے بڑے اُن کے دشمن ہو گئے۔ مگر اُنہوں نے کسقدر استقلال دکھایا اور کیسی استقامت ظاہر کی۔ کہ نہیں ٹلے نہیں جھکے نہیں دھیمے ہوئے جب تک کہ عیسائیوں کے خدا (یسوع مسیح) کو موت کا مزہ چکھا کر اس دنیائے فانی سے رخصت نہیں کر دیا۔

حضرت مرزا صاحب نے عیسائیوں کی انجیل قرآن کریم سے بڑے بڑے بیّن دلائل کے ساتھ یہہ امر یقینی طور پر ثابت کر دیا ہے۔ کہ حضرت مسیح بالکل اور نبیوں کے ہمرنگ تھے اور دیگر نبیوں کی طرح وفات پا گئے۔ بجسد عنصری آسمان پر اُٹھائے نہیں گئے۔ نہ کسی غیور اور صادق مسلمان کا دل اس امر کو باور کر سکتا ہے۔ اور ایک لحظہ کے لئے بھی تسلیم کر سکتا ہے کہ جو بات حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے روا نہ ہو۔ وہ ایک اسرائیلی نبی کے لئے روا ہو جائے۔ ایک مسلمان آدمی کا دل ایک سیکنڈ کے لئے بھی اس بات کو کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ تمام نبیوں کا سرتاج۔ سارے رسولوں کا فخر رحمۃ للعالمین۔ سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام من رب العلمین تو قبر کے اندر مدفون ہو۔ اور ایک اسرائیلی نبی جو محض شریعت موسوی کا مجدد اور متبع تھا اور جس کے احکام مختص المقام۔ مختص القوم تھے وہ چڑھتے چڑھتے آسمان پر چڑھ جائے اور رب العالمین کے عرش پر متمکن ہوکر خدا کے داہنے ہاتھ پر جا بیٹھے۔

ایک رسول اور رسولوں کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی نسبت جب کفار قتل یا قید یا اخراج کا ارادہ کریں۔ تو اللہ تعالے اُن کو گھر کی راہ سے نکال لیجائے اور وہ غار ثور میں جا چھپے۔ اور راستہ کاٹ کاٹ کر جانے۔ مگر اسرائیلی نبی مسیح پر جب اُسی قسم کا نازک موقع وارد ہو۔ تو اُسکو خداوند تعالے آسمان پر چڑھا لیجائے۔ عرش پر جا بٹھلائے صاحبان! اگر آپ میں سے کوئی شخص اس امر کو روا رکھ سکتا ہے۔ تو اُس کو اختیار ہے۔ لیکن میری تو روح کانپ اُٹھتی ہے۔ جب اپنے رسول کی نسبت یہ تجویز کروں۔ کہ اوسکو خداوند تعالے نے قبر میں مدفون کرایا۔ اور اسرائیلی نبی کو آسمان پر چڑھایا۔ خاتم النبیین کو اللہ تعالے نے ایک تاریک اور پُرخوف غار ثور میں جگہ دی۔ اور مسیح کی ایسی عزت کی۔ کہ اوسے آسمان پر چڑھا کر اپنے داہنے ہاتھ بٹھایا۔ حاشا وکلا۔ کہ میں کبھی کسی اسرائیلی نبی کو اپنے نبی پر کسی امر کسی فضیلت میں ترجیح دوں۔

حضرت محمد رسول اللہ کو اللہ تعالے نے اپنے صفات کا کامل مظہر ٹھیرایا ہے اور جہاں تک میرا اعتقاد ہے۔ اللہ تعالے کی ذات و صفات کوئی ایسا تقاضا نہیں جس کا مظہر اُس نے اپنے پاک اور مقدس محمد رسول اللہ کو نہ بنایا ہو۔ تو کیسے افسوس کی بات ہے کس قدر شرم کی بات ہے کہ ایسے کامل و مکمل ہادی خدا کی صفات کاملہ کے مظہر اتم کی نسبت کوئی ایسی بات روا رکھی جائے جس میں اُن کی کسر شان ہو۔ یا جس میں کسی اسرائیلی نبی کو اُن پر ترجیح ہو۔ اللہ تعالے نے حضورؐ کی زندگی و موت کو جو خاتم النبیین ہیں تمام نبیوں کی زندگی و موت کے لئے نمونہ ٹھیرایا ہے۔

پس کبھی نہیں ہو سکتا کہ کوئی ایسی فضیلت کسی دوسرے نبی میں پائی جائے۔ جس سے حضرت رسول کریمؐ کی ذات والا صفات محروم رہ جائے۔ اگر قبر میں دفن ہونے سے بچا رہنا یا زندہ بجسد عنصری آسمان پر جا بیٹھنا کسی نبی کے لئے روا ہوتا۔ تو حضرت محمد رسول اللہؐ کی مقدس ذات کے لئے ہوتا۔ نہ حضرت مسیح کے لئے۔ حضرت مسیح کو کیا خصوصیت ہے۔ کہ وہ خاتم النبیین سے اس فضیلت میں بڑھ جائے۔ اور اُس نے اپنی پہلی زندگی میں کیا کرکے دکھایا جو اُسکو اتنے عرصہ تک کے لئے آسمان پر زندہ رہنے دیا جاتا۔ تا پھر آسمان سے اُتر کر ویسی ہی عملی کارروائی کرکے دکھاتا پھر یہہ بھی غور کرو۔ کہ حضرت محمد رسول اللہؐ کے دین کے لئے اور اُس محمد۔ احمد اور محمود کے مذہب کی خاطر ایک اسرائیلی نبی کی کی عزت ہے۔ احمد کے دین کی غیرت تو کسی ایسے شخص کو ہو سکتی ہے جو احمد ہی کے دین پر۔ احمدی دین ہی کا غمخوار اور ہمدرد۔ اور احمد ہی کا غلام ہو۔

سچ پوچھو تو حضرت مسیح کو زندہ ماننا عیسائیوں کے عقیدہ کی کیسی تائید ہے۔ اور عیسائیوں کے ہاتھ میں یہہ کتنا بڑا حربہ ہے کہ مسیح کو حی قیوم خدا کی طرح حیّ و قیّوم بنایا گیا۔ اور خداوند کے عرش پر بٹھایا گیا۔ حقیقت میں یہہ عقیدہ خلقت کے تباہ اور ہلاک کرنے کے لئے عیسائیوں کے پاس ایک بڑا زبردست حربہ ہے۔ حضرت رسول کریمؐ کی بعثت کے وقت معبودان باطل پوجے جاتے تھے۔ لات و عزّٰے کی پرستش کیجاتی تھی۔ دنیا میں رام چندر مہا دیو وغیرہ کی پوجا ہوتی تھی۔ قرآن کریم نے کسی کی تردید کی نسبت ایسا مباحثہ ایسی ناراضگی ظاہر نہیں فرمائی جیسی مسیح کے ابن اللہ ہونے کی نسبت قرآن شریف میں اللہ تعالے فرماتا ہے۔ تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدًّا ان دعوا للرحمٰن ولداً۔ قریب ہے۔ کہ آسمان پھٹ جائیں۔ اور زمین شق اور شگافتہ ہو جائے۔ پہاڑ چور چور ہو جائیں۔ اس بات سے کہ مسیح کو رحمان کا بیٹا قرار دیا جاتا ہے۔ تو خدا تعالے کو اس خفگی کی ضرورت کیا تھی؟ قرآن شریف جیسی حکیمانہ کتاب میں ایسے خطرناک الفاظ کیوں استعمال ہوئے۔ اس لئے کہ خدا تعالے کو معلوم تھا اور یہ بات اوس کے علم میں تھی کہ اس ابنیت مسیح کے عقیدہ کی بنا پر سخت گندگیاں۔ ناپاکیاں۔ زناکاریاں۔ فسق و فجور پھیلے گا۔ زمین خطرناک بدکاری سے بھر جائے گی۔ جس سے قریب ہے۔ کہ آسمان ٹوٹ جائے۔ زمین پھٹ جائے۔ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اور قیامت برپا ہو جائے۔ اور سچ ہے کہ جس نے یہ عقیدہ ظاہر کیا۔ وہ راستبازی۔ تقویٰ۔ طہارت سے کوسوں دور جا پڑا۔ اُسے تمام راستبازوں کو چور ڈاکو اور رہزن قرار دینا پڑا۔ خدا کے پاک نبیوں میں سے کسی کو زانی کسی کو بدکار کسی کو قاتل وغیرہ بنانا پڑا۔ اور کفارہ کی ابنیت کے عقیدہ نے شریعت الٰہی کی پیروی سے محروم رکھا۔ راستبازوں کے چال چلن سے غافل کر دیا۔ وہ خطرناک بدکاری۔ زناکاری۔ وغیرہ اون قوموں میں پھیلی کہ آج تک کسی قوم میں اُس کی نظیر پائی نہیں جاتی۔ شریعت باطل۔ توریت تقویم پارینہ ٹھیری۔ بلکہ شریعت کے ماننے والے۔ اور رکھنے والے لعنتی ... کی ناپاکی گندگی پھیلائی گئی۔ رنڈی بازی قمار بازی وغیرہ کو قانوناً جاری رکھا گیا۔ لوگ خفیف نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کہ ہوا کیا؟ حقیقت میں ان باتوں کا نتیجہ تمام اُن سوسائٹیوں اور قوموں پر پہونچا۔ جہاں جہاں ان لوگوں کا قدم پہونچا تقوےٰ۔ طہارت۔ خشیت اللہ جاتا رہا سب راستبازی دور ہو گئی اور کفارہ کے مسئلہ نے دلوں میں عجیب بے باکی اور ناپاکی تخم کر دی۔

حضرت مرزا صاحب نے اس معاملہ میں ۱۸۹۰ء سے کارروائی شروع کی۔ اُنہوں نے اس خصوص میں وہ طریق اختیار کیا۔ کہ آج تک کسی سے نہیں ہو سکا۔ معقولی قوم کے سمجھانے کے لئے مسیح کی وفات کو فلسفیانہ اسلوب اور طرز و ڈھنگ پر جدا بیان کیا۔ اور تمام مسلمات

والفاظ قرآنی کو بحال رکھکر اور احادیث صحیحہ ثابتہ کو قایم رکھکر منقولی طرز پر جدا ثابت کیا حضرت مرزا صاحب نے اس بارہ میں ایسی مبسوط بحثیں کی ہیں۔ اور ایسے پے در پے اور متواتر تحریر لکھی ہیں۔ کہ اسوقت لاکھوں اشتہارات شائع و ذائع ہو چکے ہیں گھر کی کنواری لڑکیوں تک واقف ہوگئی ہیں کہ مسیح اسرائیلی نبی اور انبیا کی طرح فوت ہوگیا ہے۔

ان پڑھ دیہات ہیں۔ عالم و فاضل ہیں اور ہر ایک متنفس میں غل مچگیا۔ اور زمین سے آسمان تک شور پڑگیا کہ عیسائیوں کا خدا یسوع مسیح مر گیا۔ مرگیا۔ اور اب کسی کے جلانے سے وہ زندہ نہیں ہوسکتا۔ یہہ ساری کارروائی کس نے کی؟ یہ سب اصلاح کس ذات سے ہوئی صرف حضرت مرزا غلام احمد صاحب مجدد قادیانی کی ذات والا صفات سے۔ جن کی فطرت میں جبلتاً اس ریفارمیشن کا مادہ خدا کی طرف سے ودیعت رکھا گیا تھا۔

یہ ایک غور طلب بات ہے۔ بہتیرے لوگ ہیں جو شراب نہیں پیتے۔ اس لئے نہیں۔ کہ خدا کی ... لوگ ہیں جو شراب ... ہے بلکہ طبعاً۔ اور بہت بڑی اسپیچیں دیتے۔ تحریروں اور تقریروں سے شراب کی مذمت کیا کرتے ہیں لیکن ... اس کے استیصال کے لئے سچا جوش پیدا نہیں کر سکتے انکی ریفارمیشن بالکل تھوڑے ہی لوگوں تک محدود رہتی اور آخر کار ٹھٹھک کر رہ بھی جاتے ہیں۔ طبعی جذبات کے اظہار کے لئے کبھی سچا جوش پیدا ہو نہیں سکتا۔ بخلاف من اللہ ہوکر ریفارمیشن کا بیڑا اٹھاتے اور ایسا فوق العادت استقلال ظاہر کرتے ہیں۔ کہ نہیں ٹلتے نہیں تھکتے اور کبھی نہیں ہارتے۔ جب تک اس اصلاح کو دنیا میں قائم نہ کر جائیں۔ دنیا میں جن لوگوں نے کسی ناپاک عادت کے استیصال کا بیڑا اٹھایا ہے اور آخر کار اس ناجائز حرکت کو اڑایا ہے۔ وہ ہمیشہ اسی قسم کے راستباز تھے کہ اپنی بات پر ایسے اڑے ایسا استقلال دکھایا کہ دنیا کے کسی لالچ یا رعب نے ان کے ارادے کو ذرا متزلزل نہ کیا۔ اور بے شک اسی ریفارمیشن سے پھر ایسے عمدہ نتیجے پاکیزہ چشمے پیدا ہوئے کہ ساری دنیا ان کے روحانی فیضان سے سیراب ہوگئی۔ اور اہل دنیا کے سامنے ایک نئی زمین اور نیا آسمان بناکر دکھا دیا۔

میں یقیناً سمجھتا ہوں کہ وکیل کے نوٹ پر کافی بحث ہو چکی ہے اسکے بعد بھی اگر وہ وہی سبق رٹنے لگا تو اسکی حقیقت کو اور بھی طشت از بام کیا جاویگا۔ بحولہ و بقوتہ تعالیٰ۔

حضرت اقدس کا پوتا علیگڈھ کالج میں

خدا جانے ہمارے ملک کے اخبار نویس اپنے فرائض کو کب سمجھنے لگیں گے اور انہیں کب تنقید کا طریق معلوم ہوگا۔ حال میں عزیزم مرزا عزیز احمد نبیرہ حضرت اقدس علیگڈھ کالج میں تعلیم پانے کے لئے گیا ہے اسپر ہی بعض اخبارات طبع آزمائیاں کرنے لگے ہیں اگر ان کی اخبار نویسی کا یہی اصول کرنی سرم ہے تو غالباً وہ دن دور نہ ہوگا جو ان کی جودت طبع کل کو حضرت اقدس یا آپ کے خدام کی نسبت یہہ اعتراض کرنے کو طیار ہو کہ فلاں شخص کیوں ٹوپی پہنتا ہے یا فلاں نے کیوں پگڑی باندھی ہے۔ افسوس ہے یہ لوگ اتنا نہیں سوچتے کہ وہ کون سے امور اور معاملات ہیں جنپر ہمیں بحث کرنے کی حاجت ہے؟ سردست صرف اسیقدر کافی سمجھ لیا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا نام آجاوے اور کوئی بھی فعل اسپر ... شروع کردیجاتی ہے۔

کا سوال ایسا سوال نہ تھا کہ اسپر بحث کی جاتی ... مگر جانے کیوں نے اسے چھیڑا ہی چھیڑا۔ اس مسئلہ کے متعلق یہہ اعتراض کئے جاتے ہیں۔

۱- علی گڈھ میں مذہبی تعلیم کی حسب کا احتیاط نہیں ہے پھر کیوں بھیجا۔

۲- اسلامیہ کالج کو جو قریب تھا کیوں چھوڑا۔ کیا وہاں علی گڈھ کی مذہبی تعلیم کی نسبت کمی ہے۔

۳- کیا مرزا عزیز احمد ایسے متدین ہیں کہ وہاں کی جنٹلمینی انپر اثر نہ کرے گی۔

ان سوالات کے جواب نہایت مختصر طور پر دیئے جاوینگے۔

امر اوّل کی نسبت تو میں وہی کہوں گا کہ یہہ سوال محض فضول ہے۔ اگر ایسے معترضین سے کوئی پوچھے کہ میاں تم رام لال یا شاماداس کی دوکان سے کیوں سودا لیتے ہو؟ تو شاید وہ کہنے کو طیار ہوں کہ یہہ ہمارے پرائیوٹ معاملات ہیں ہم ان کے نشیب و فراز خوب سمجھتے ہیں۔ تاہم مجھے حیرت ہے کہ وہ لوگ جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے خلاف اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں وہ ہر روز دیکھتے ہیں کہ ہزاروں مسلمان طالب علم مشن سکولوں اور کالجوں میں (جہاں کھلم کھلا عیسائی مذہب کی تعلیم دی جاتی ہے اور اندر ہی اندر اسلام سے مخالف کرایا جاتا ہے) جاتے ہیں اور تعلیم پاتے ہیں لیکن ان خیالی ریفارمروں کی رگ حمیت کبھی جوش میں نہیں آتی۔

علی گڈھ میں مذہبی تعلیم کی احتیاط ہوتی ہے یا نہیں؟ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علی گڈھ کالج میں دینیات کی باضابطہ تعلیم دیجاتی ہے نمازوں کی پابندی کے لئے مناسب تجویزیں سوچی جاتی ہیں۔ سید صاحب کی کوئی کتاب درس میں داخل نہیں بلکہ مجھے ایک معزز عہدہ دار کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے وہاں کی لائبریری میں بھی ان کتابوں کو نہیں پایا۔

علاوہ بریں ہمارے نزدیک جبکہ مذہبی تعلیم کی وہ احتیاط اور تاکید جو ہونی چاہئے کہیں بھی نہیں ہوتی۔ تو پھر یہہ ہمارا فرض ہے کہ ایسے دو کالجوں میں سے جو تعلیم اور تربیت کے لئے بہترین کالج ہو اسے منتخب کریں۔

اور میں اسکے لئے بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ اسلامیہ کالج کو علی گڈھ کالج سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ چونکہ وہاں کی تعلیم اعلیٰ درجہ کی ہے اسلئے ضروری سمجھا گیا کہ مرزا عزیز احمد صاحب وہاں ہی جاویں۔

امر دوم کے متعلق زیادہ کہنے کی اب حاجت نہیں اسلامیہ کالج کو پسند نہ کرنے کی بڑی وجہ وہاں کی تعلیم ہے۔ اور علاوہ بریں ہم نے اپنے طالب علموں کو اسلامیہ کالج اور علیگڈھ علی گڈھ کالج میں ایک طالب علم گذشتہ سال میں بھیجا گیا اور چند طالب علم الیف اے اور بی۔ اے کلاس میں اسلامیہ کالج لاہور میں بھیجے گئے۔ جو سلوک ہمارے ان طالبعلموں سے کیا گیا۔ اور جسطرح پر ان کی مذہبی آزادی چھیننے کی کوشش کی گئی وہ ابھی ہمیں بھولی نہیں برخلاف اس کے علی گڈھ میں جانے والا طالب علم نہایت خوش وہاں کے پروفیسروں کے حسن سلوک کا شکر گذار ہے۔ اسی بنا پر مناسب سمجھا گیا ہے۔ کہ اس سال اور طالب علم وہاں جاویں چنانچہ ایک بی۔ اے کلاس میں اور ایک الیف اے کلاس میں بھیجا گیا اور جو خطوط ان بچوں کے آتے ہیں۔ اس سی ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے بڑی فراخدلی سے سلوک کیا جاتا ہے۔ حضرت اقدس کے خلاف ان سے کوئی گفتگو نہیں۔ اس سوال کا تذکرہ نہیں۔ یہاں تک کہ جب انہوں نے اپنے اصول کے موافق علیحدہ نماز پڑھنے کی خواہش کی تو فوراً اجازت دیگئی۔ ایسی صورت میں اگر علی گڈھ کالج کو اسلامیہ کالج پر ترجیح نہ دیں تو کیا کریں؟ اور اسلامیہ کالج علی گڈھ کے مقابلہ میں چیز ہی کیا ہے؟

بقیہ موجودہ

کیا وہ دن بھول گئے۔ جو اسکی انتظامی کل کے پرزے ایک دوسرے کو کاٹنے دوڑتے تھے۔ اور جاپان و روس کی جنگ کے نقشے صحن کالج میں دکھائے جاتے تھے؟

اس ذیل میں شاید یہہ ذکر کرنا بے جا نہ ہوگا۔ کہ کیا ایڈیٹر پنجہ فولاد صاحب بتا سکتے ہیں؟ کہ اسلامیہ کالج کے اراکین کے لڑکوں میں سے کوئی مشن کالج میں تعلیم پاتا ہے؟ اور اگر پاتا ہے تو وہ گھر میں اسلامیہ کالج چھوڑکر وہاں کیوں بھیجا گیا؟ اور پچھلے دنوں جب یہ سوال اٹھایا گیا تھا تو اسکی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔

امر سوم کے متعلق مجھے زیادہ نہیں کہنا۔ خداتعالے کے فضل و کرم پر بھروسہ ہے اور امید یقین کے رنگ میں بدل چکی ہے کہ انشاء اللہ العزیز ہمارا عزیز بچہ اس زہریلا اثر سے متاثر نہ ہوگا۔ کیا پچھلے دنوں جو رپورٹ وہاں کے نتیجہ امتحان دینیات کی شائع ہوئی تھی اس نے نہیں بتا دیا کہ کل علیگڈھ میں اول رہنے والا **طالب علم قادیان کا بھیجا ہوا طالب علم تھا**۔ جس نے ایسے سوالات کے عمدہ جواب دیئے۔ جو اگر لاہور کے اسلامیہ کالج میں دیئے جاویں تو مجھے بہت کم امید ہے وہاں کے طالب علم حل کر سکیں۔ بہرحال ہدایت پانا اور ہدایت پر قایم رہنا۔ یہہ خدا کے فضل پر موقوف ہے ہزاروں لاکھوں مرتد ہونے والے عیسائی کس علیگڈھ کالج میں گئے تھے؟ آب و ہوا اور ... ایک چیز ہے لیکن ہمکو خدا کے فضل پر بھروسہ ہے اور تجربہ نے بتایا ہے کہ ہمارے بچے لاہور جاویں یا علی گڈھ وہاں کی مذہبی ہوائیں انپر اثر نہیں کرتی ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آئندہ ایسے سوالات پر اخبارات میں بحث کرنا فضول امر ہوگا۔ اور ایڈیٹر صاحبان اپنے غرض کو ... ناحق کرنے کی سعی کرینگے۔

امرتسر ہیڈ پوسٹ آفس میں ریفارم ... پوسٹماسٹر ... ہونا چاہیئے

الحکم کی کسی گذشتہ اشاعت میں میں نے اس پر ایک مختصر سا نوٹ لکھا تھا۔ اور وہ پرچہ خصوصیت کے ساتھ بابو متھراداس صاحب پوسٹماسٹر امرتسر کو بھیجا گیا تھا اس خیال سے کہ اگر کوئی امر قابل تردید ہو تو وہ لکھیں میں فوراً اسے مناسب ریمارک کے ساتھ درج کردیتا اسلئے کہ بابو متھراداس صاحب سے مجھے کوئی ذاتی تعارف اور تعلق نہیں اور نہ انکے ماتحت میرا کوئی رشتہ دار ملازم۔ ایسی صورت میں مجھے جو کچھ لکھنے کی ضرورت پیش آئی ہے وہ محض عام خیر خواہی ہے۔

مجھے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ اسٹیشن ماسٹر [illegible] میں [illegible] بن چکی ہیں ایک کے سرپرست اور [illegible] مہربان بابو متھراداس صاحب ہیں اور دوسرے وہ عزیز ہیں جن میں سے ایک بیچارا پیٹا گیا۔

اگر یہی حالت چند [illegible] رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ [illegible] اسوقت شاید موجودہ حالت کی نسبت زیادہ سختی سے نوٹس لینا چاہیے اسلئے محکمۂ ڈاکخانہ کے اعلیٰ افسران کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ [illegible] کر اسکی آلائش نکال ڈالیں ورنہ [illegible]

میں حیران ہوتا ہوں جب [illegible] کہ ایک ہی [illegible] کے نیچے [illegible] [illegible]

[illegible]

کے کالم [illegible]

[illegible]

بابو متھراداس [illegible]

جو بیہودہ سوال اپنے [illegible] ہیں اور اپنے [illegible]

[illegible]

یہی وجہ ہے [illegible]

[illegible] ہونا چاہیے۔

پچھلی اشاعت میں [illegible] مسلمان امیدوار کی داستان [illegible] ایسی واردات [illegible] کا [illegible] امید کرتا ہوں کہ [illegible] سپرنٹنڈنٹ صاحب [illegible] ان امور کی تحقیقات کریں [illegible] مقامی معاملات پر زور دیکر [illegible]

ان [illegible] اسٹیشن پر [illegible] کام سیکھنے کیلئے بھیجا گیا [illegible] ہمیشہ یہی کہیں ڈاکخانہ کا کام سیکھا ہوگا۔ مگر اسکی امید یا مرمت بدل گئی اور اسکی خوشی حیرانی سے تبدیل ہوئی جب اس [illegible] **اہل قلم** کے زمرہ کی بجائے [illegible] **قلیلوں** کی [illegible] میں کام سکھایا جانا [illegible] ہے تو یہ ہے کہ وہ مسلمان تھا [illegible]

اسلئے اس پنکھا کشی کی ڈیوٹی کو اسکے لئے نامناسب پایا اور چلتا ہوا اور آج ڈاکخانہ میں آتا ہے۔ میرے نزدیک یہہ نسخہ مسلمانوں کو نکال دینے کا ہے عجیب اسلئے کہ قیمتی سے انہیں ایسی ڈیوٹیوں سے عار ہے۔ اور جہاں کوئی امیدوار داخل ہوا اسے یہی کام دینا چاہیے بلکہ بہتر ہے عام طور پر شایع کر دیا جاوے کہ جہاں امیدوار کیلئے قابلیت وغیرہ شرائط ضروری [illegible] کے لئے [illegible] پنکھا [illegible] کیا ہوگا۔ [illegible] [illegible] چلا جاوے گا۔

بابو متھراداس [illegible]

[illegible]

[illegible]

پیسہ اخبار [illegible] زلزلہ کی [illegible]

> [illegible] قاسم علی صاحب کی [illegible] قابل قدر [illegible] معلوم ہونگی [illegible] نہیں کر وہ اس نظم کو درج کرے
>
> (ایڈیٹر)

پیسہ اخبار [illegible] جناب عبد العزیز خان [illegible] دہلوی نے ایک نظم لکھکر پیشگوئی زلزلہ کی تردید میں فرمائی ہے۔ ہمیں اس امر پر بحث کرنا منظور نہیں کہ یہ [illegible] کیسی نظم ہے۔ طرز ادا اور [illegible] ہے۔ [illegible] حضرت داغ [illegible] نامور استاد کے شاگرد عزیز کو ان چند متضاد مضامین پر نظر ہے جو وہ اپنی نظم میں لکھ چکے ہیں۔ شعر [illegible] غزل گوئی کا [illegible] کہ ایک شعر دوسرے شعر کے عنوان [illegible] جدا [illegible] چاہیئے

(۱) وہ فرماتے ہیں کہ اب زلزلہ آنے کے دن نہیں ہیں مگر پھر لکھتے ہیں کہ زلزلہ آیا کرتے ہیں قدیمی بات ہے اور آئینگے۔ گھبرانے کی بات نہیں ہمیں ڈرنے کا موقع نہیں۔

(۲) لکھتے ہیں کہ نزول عیسیٰ اور خروج دجال ہنوز ابھی مدت دراز ہے اسپر آرزو رکھتے ہیں کہ عیسیٰ اور مہدی کو خدا ابھی بھیجے۔ آپ کے نزدیک ضرورت بھی ہے اور آنے میں دیر بھی بہت ہے۔

(۳) وہ لکھتے ہیں۔ کہ اسلام کے پھیلانے کا [illegible] ختم نبوت ہو چکا۔ اکمال دین ہو چکا۔ امت کو مرحوم کا لقب اور خیر امت کا خطاب عنایت ہو چکا اب نہ دین پھیلانے کی ضرورت نہ کسی مصلح اور مہدی کی [illegible] امت مرحوم کو زلازل و امراض و دیگر [illegible]

[illegible]

[illegible]

مگر عداوت [illegible] نائک [illegible] [illegible] خلاف کچھ [illegible] ہم ناظرین الحکم کی دلچسپی کیلئے نظم عزیز [illegible] نظم لکھتے ہیں ممکن ہے کہ ایڈیٹر صاحب پیسہ اخبار ہفتہ وار یا روزانہ پیسہ اخبار میں [illegible] سے لیکر چھاپیں اور اسطرح عبد العزیز خان صاحب کی نظر سے بھی گذر جاوے اور وہ پھر اسپر غور فرمائیں۔

خاکسار محمد نواب خان [illegible] میرزا خانی مالیرکوٹلہ۔

نظم

کانپ اوٹھو اے سنگدل ہیں زلزلہ آنے کے دن
موم ہو جائینگے دن [illegible]
اے عزیز داغ ہیں یہ سخت گھبرانے کے دن
دل سنبھل جائینگے دن اور تن کے [illegible] دن
پاؤں پھیلا [illegible] غفلتوں میں [illegible]
اب دعا کے واسطے ہیں ہاتھ پھیلانے کے دن
آرہا ہے زلزلہ پر زلزلہ اور [illegible] آپ
[illegible] اب نہیں ہیں زلزلہ آنے کے دن

شاعری کے ناز میں ہے عرش پر تیرا دماغ
کبر کی اونچی عمارت کے ہیں گر جانے کے دن
داغ اوستاد غزل تھے اے عزیز باتمیز
آپکے تھے گنگنانے اور غزل گانے کے دن
زلزلہ کی بات رد کرنا نہ تھا بچوں کا کھیل
آپکے تھے کودنے اور کھیلنے کھانے کے دن
بے تکی تک بندیوں میں سر کھپایا آپ نے
عنقریب آئے وہ آئے سر کے ٹکرانے کے دن
آکے چھائی ہے گھٹا قہر خدا کی اے عزیز
ہیں یہ غم کھانے کے شرمانے کے پچھتانے کے دن
کیا سلایا ہے تھپک کر غفلتوں میں خلق کو
ناصح ناداں یہ تھے بیدار فرمانے کے دن
خلق کو یہ سست کر دینے کے دن تھے یا کہ تھے
جوشیاں للہ رگ غیرت کے پھڑکانے کے دن
کیوں نہ کانپ اوٹھے زمیں اور کیوں نہ چکرائے فلک
جب نہ گھبرائیں مسلماں سخت گھبرانے کے دن
امت مرحوم کے اعمال تو دیکھو ذرا
[illegible] ہیں اب سزا پانے کے دن
خیر امت کا لقب بھی ہے [illegible]
[illegible]
[illegible] ناز [illegible] نہیں
[illegible] اترانے کے دن
[illegible] اس کے بعد
[illegible] پھیلانے کے دن
[illegible] نازل ہو چکا
یاد کیوں [illegible] بلوانے کے دن
[illegible]
[illegible] کے دن
مصطفیٰ [illegible]
چلو بھر پانی میں [illegible] مر جانے کے دن
رہ گیا اسلام کا [illegible]
آگئے ہیں اب تو عیسائی لقب پانے کے دن
شیخیوں کو چھوڑ دو اور [illegible]
جھوٹے دعوے [illegible]
زندہ جاوید ہیں احمد نبی نار [illegible]
ابن مریم مر چکے ہیں [illegible] جانے کے دن
[illegible] کر دیکھا کرو
وہ نہ آئینگے اب آنے [illegible]
کہتے ہو دجال کے آنے میں ہے مدت دراز
اور کہتے عیسیٰ مریم کے آجانے کے [illegible]
اسپہ عیسیٰ کو بلانا [illegible] ہنگام ہے
جب نہیں دجال کے اب آنکھ دکھلانے کے دن
آچکا دجال اعور دیکھ لے اے شوخ چشم
اسکی مکاری کے ہیں یہ جال پھیلانے کے
پھنس چکے ہیں عیسوی بنکر [illegible]
[illegible] فتنۂ دجال کے آنے کے [illegible]